www.urduchannel.in

شمیم بلاغت

(علمِ بدیع و اصنافِ سخن)

مرتب

علامہ اخلاق دہلوی

لال محل — بستی حضرت نظام الدینؒ نئی دلّی نمبر ۱۳

www.urduchannel.in

شائع کردہ

کواپریٹو اسٹور لمیٹیڈ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی ۱۳

طبع اول ۱۹۵۹ء / ۱۳۷۹ھ .... ایک ہزار

طبع ثانی ۱۹۶۸ء / ۱۳۸۸ھ .... ہزار

مجموعی قیمت ۷۵ نئے پیسے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی نمبر ۶

www.urduchannel.in

فہرست مضامین علمِ بدیع

بدیع ـــــ صنائع معنوی

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	صنعت تضاد	۱۱	۱۳	ارصاد	۱۵
	(ا) ایجابی	"	۱۴	رجوع	۱۶
	(ب) سلبی	"	۱۵	استخدام	"
۲	تدریج	۱۲	۱۶	لف و نشر	"
۳	مقابلہ	"		(ا) لف و نشر مرتب	"
۴	ایہام (توریہ)	"		(ب) لف و نشر غیر مرتب	۱۷
۵	ایہام تناسب	۱۳	۱۷	جمع	"
۶	ایہام تضاد	"	۱۸	تفریق	"
۷	مراعات النظیر	"	۱۹	تقسیم	"
۸	تشابہ الاطراف	۱۴		فرق	۲۰
۹	حسنِ تعلیل	"	۲۰	جمع و تفریق	"
۱۰	تجاہل عارفانہ	"	۲۱	جمع و تقسیم	"
۱۱	مشاکلت	۱۵	۲۲	جمع و تفریق و تقسیم	۱۹
۱۱	مزاوجت	"	۲۳	تجرید	"

www.urduchannel.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴	مبالغہ	۱۹	۳۵	تعجب	۲۴
	(ا) تبلیغ	〃	۳۶	حَشو	۲۵
	(ب) اغراق	۲۰		(ا) حشو ملیح	〃
	(ج) غلو	〃		(ب) حشو متوسط	〃
۲۵	مذہب کلامی	〃		(ج) حشو قبیح	۲۶
۲۶	مذہب فقہی	۲۱	۳۷	تفسیر	〃
۲۷	تاکید المدح بما یشبہ الذم	〃	۳۸	تلمیح	〃
۲۸	تاکید الذم بما یشبہ المدح	〃	۳۹	عکس و تبدیل	〃
۲۹	ادماج	۲۲	۴۰	براعت الاستہلال	۲۷
	فرق	〃	۴۱	ایرادِ مثل	〃
۳۰	استتباع	〃	۴۲	اقتباس	〃
	فرق	۲۳	۴۳	سوال و جواب	۲۸
۳۱	توجیہ	〃	۴۴	التفات	〃
	فرق (۱)	〃	۴۵	اِدّعا	〃
	فرق (۲)	〃	۴۶	مناظرہ	۲۹
۳۲	ہزل بمعنی جد	〃	۴۷	سحرِ حلال	〃
۳۳	قولِ بالموجب	۲۴		صنائع —— صنائعِ لفظی	
۳۴	اطراد	〃	۱	تجنیس	۳۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	(ا) تجنیس تام	۳۰	۳	لزوم مالا یلزم	۳۶
	(ب) تجنیس مرکب	″		(ا) مہملہ	″
	تجنیس متشابہ	۳۱		(ب) منقوطہ	″
	تجنیس مفروق	″		(ج) رقطا	″
	تجنیس مرفو	″		(د) خفا	۳۷
	(ج) تجنیس محرف	″		(ہ) فوق النقاط	″
	(د) تجنیس مکرر	۳۲		(و) تحت النقاط	″
	(ہ) تجنیس زائد یا ناقص	″		(ز) منقطع الحروف	″
	(و) ″ مضارع	″		(ح) موصل	۳۸
	(ز) ″ لاحق	۳۳		(ط) واسع الشفتین	″
	(ح) ″ خطی	″		(ی) واصل الشفتین	″
	(ط) ″ قلب	″		(ک) ذو قافیتین	″
	قلب کل	۳۴		(ل) ذو قافیتین مع الحاجب	″
	قلب بعض	″	۴	متلون	۳۹
	(ی) اشتقاق	″	۵	سیاقۃ الاعداد	″
	(ک) شبہ اشتقاق	″	۶	تلمیح	″
	(ل) ترصیع	۳۵	۷	توشیح	″
۲	ردالعجز علی الصدر	″	۸	معما	۴۰

www.urduchannel.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹	تنسیق الصفات	۴۰
۱۰	مسمط	〃
۱۱	نثر میں سجع	۴۱
	(ا) سجع مطرف	〃
	(ب) سجع متوازی	〃
	(ج) سجع متوازن	〃
۱۲	نظم میں سجع	۴۲
	اصناف نظم —— مبادیات	
۱	شعر	۴۳
۲	مصرع	〃
۳	بیت	〃
۴	فرد	〃
۵	مطلع	〃
۶	حسن مطلع	۴۴
۷	مقطع	〃
۸	تخلص	〃
۹	استاد و شاگرد	〃
۱۰	قافیہ	〃

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	ردیف	۴۴
۱۲	بحر و وزن	۴۵
۱۳	تقطیع	〃
۱۴	حرکت و سکون	〃
	اقسام نظم	〃
۱۵	نظم	〃
۱۶	غزل	۴۶
۱۷	دوغزلہ و سہ غزلہ	۴۷
۱۸	غزل مسلسل	〃
۱۹	معاملہ بندی	〃
۲۰	خمریات	۴۸
۲۱	ریختی	〃
۲۲	قصیدہ	〃
	(ا) تمہید و تشبیب	۴۹
	(ب) گریز	〃
	(ج) مدح و ہجو	〃
	(د) دعا	〃
	(ہ) خاتمہ	〃

www.urduchannel.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳	قطعہ	۴۹
۲۴	رباعی	۵۰
۲۵	مثنوی	〃
۲۶	مرثیہ	۵۱
۲۷	نوحہ	۵۲
۲۸	سلام	〃
۲۹	شہر آشوب	〃
۳۰	واسوخت	〃
۳۱	تاریخ	۵۳
۳۲	حمد یا ثنا	〃
۳۳	نعت	〃
۳۴	منقبت	〃
۳۵	سہرا	〃
۳۶	تہنیت	〃
۳۷	ساقی نامہ	〃
۳۸	مسمط	۵۴
	(الف) مثلث	〃
	(ب) مربع	〃
	(ج) مخمس	۵۵
	(د) مسدس	〃
	(ہ) مسبع	۵۶
	(و) مثمن	〃
	(ز) متسع	〃
	(ح) معشر	〃
۳۹	مستزاد	〃
۴۰	ترکیب بند	〃
۴۱	ترجیع بند	〃
	متعلقات	〃
۴۲	دیوان	۵۷
۴۳	کلیات	〃
۴۴	تذکرہ	〃
۴۵	گلدستہ	〃
۴۶	مشاعرہ	〃
	اصنافِ نثر	
۴۷	نثر	۵۸

www.urduchannel.in

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	الفاظ کے اعتبار سے نثر کی قسمیں			نثر سلیس کی قسمیں	
۴۸	(۱) مسجع	۵۸	۵۷	(۱) سلیس سادہ	۶۱
۴۹	مرصع	〃	۵۸	(۲) سلیس رنگین	〃
۵۰	(۲) مرجز	〃		نثر دقیق کی قسمیں	〃
۵۱	مسجع اور مرجز میں فرق	〃	۵۹	دقیق سادہ	〃
۵۲	(۳) مقفیٰ	۵۹	۶۰	دقیق رنگین	۶۲
۵۳	مسجع اور مقفیٰ میں فرق			اوصافِ نثر	〃
۵۴	(۴) عاری	۶۰	۶۱	(۱) عالمانہ	〃
	معنی کے اعتبار سے نثر کی قسمیں		۶۲	(۲) شاعرانہ	〃
۵۵	(۱) دقیق	〃	۶۳	(۳) عشقیانہ	〃
۵۶	(۲) سلیس	۶۱	۶۴	(۴) نکتہ	〃

www.urduchannel.in

علم بدیع

علم بدیع وہ علم ہے جس سے کلام کی لفظی اور معنوی خوبیاں معلوم ہوں
اس کی دو قسمیں ہیں :-

صنائع لفظی لفظی خوبیوں کو صنائع یا صنائع لفظی کہتے ہیں ۔

صنائع معنوی معنوی خوبیوں کو صنائع معنوی یا بدائع کہتے ہیں ۔

یہ خوبیاں کلام کے لیے زیور کا کام دیتی ہیں ۔ لہذا پہلے تو کلام کا ہر اعتبار سے درست ہونا ضروری ہے ۔ پھر ان خوبیوں میں سے کسی خوبی کا ہونا ۔ اس کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے ۔ یہ صنعتیں کلام میں اتفاقیہ طور پر صورت پذیر ہوتی ہیں ۔ تو پرلطف ہوتی ہیں ۔ ورنہ دانستہ طور پر داخل کرنے سے کلام بے لطف ہو جاتا ہے اور مرتبے سے گر جاتا ہے ۔ اس علم کی ایجاد کے متعلق مولوی نجم الغنی نجمی رامپوری مرحوم کی تحقیق یہ ہے :-

اول جس نے ان قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا ۔ عبداللہ بن معز عباسی ہے کہ ۲۷۴ھ ہجری میں اس نے علم بدیع کے قواعد اختراع کر کے ایک مستقل علم مقرر کیا ۔

اس نے ایک کتاب میں سترہ قسم کی صنائع لکھی تھیں پھر پچھلے

www.urduchannel.in

آنے والے اس پر اضافہ کرتے گئے (صفحہ ۸۹۲ بحر الفصاحت)

اب ترقی کرتے کرتے ان کی تعداد ایکسو ستّرہ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن ان میں سے زیادہ تر بے سود ہیں۔ البتہ اس علم سے کلام کی خوبیوں کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور یہی اس کا بڑا فائدہ ہے۔ یہ علم ہندی میں بھی ہے اور اس کا نام النکار ہے۔

اردو میں سب سے پہلے اس علم کو مولوی امام بخش صہبائی مرحوم نے روشناس فرمایا اور اس علم سے متعلق سب سے زیادہ معلومات مولوی نجم الغنی نجمی رامپوری مرحوم نے فراہم کی ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی کتابیں[1] اس علم میں مستند سمجھی جاتی ہیں۔

۳۰ صفر ۱۳۷۹ھ
۹ اگست ۱۹۵۹ء

اخلاق دہلوی

لال محل حضرت نظام الدین اولیا نئی دہلی ۱۳

---

[1] ترجمہ حدائق البلاغت مرتبہ ۱۸۴۲ء / ۱۲۵۸ھ و بحر الفصاحت تالیف ۱۸۸۶ء / ۱۳۰۶ھ

بدائع

(معنوی خوبیاں)

(۱) **صنعتِ تضاد**[۱] (ضد ہونا) کلام میں دو ایسے لفظ لانا جن کے معنی ایک دوسرے سے مخالف اور ضد ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:-

(ا) **ایجابی** وہ تضاد ہے جس میں دو لفظوں کے معنی ایک دوسرے کے ضد ہوں، مگر حرفِ نفی[۲] نہ ہو مثلاً ؎

گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا
نہ آیا اور کبھی اس چرخ کو آیا تو یہ آیا

گھٹانا اور بڑھانا۔ وصل و ہجر اور شب و روز میں تضاد ایجابی ہے۔ کیوں کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں اور ان میں کوئی حرفِ نفی بھی نہیں ہے۔

(ب) **سلبی** وہ تضاد ہے جس میں دو لفظوں کے معنی ایک دوسرے کی ضد ہوں اور ان میں سے ایک لفظ کے ساتھ حرفِ نفی ہو اور دوسرے کے ساتھ نہ ہو۔ مثلاً ؎

شبِ وصل ہوتا سبب کوئی ایسا
کہ آکر یہاں اس کو جانا نہ ہوتا

ہوتا اور نہ ہوتا میں تضاد سلبی ہے کیوں کہ پہلے لفظ کے ساتھ حرفِ نفی نہیں

---

[۱] اس کو طباق، مطابقت، تطبیق اور تکافو بھی کہتے ہیں۔

[۲] نہ، نے، نہیں اور مت وغیرہ حرفِ نفی ہیں۔

www.urduchannel.in

ہے اور دوسرے کے ساتھ ہے۔

(۲) **تدبیج**[1] (آراستہ کرنا) تعریف یا ہجو میں مختلف رنگوں کے نام ہو۔ مثلاً ؂

اٹھا اسے لے کر جام۔ رنگ اپنا ہوا سُرخ و سفید۔

اور بزم دلربا میں مونھ ہوئے کتنوں کے زرد

سُرخ و سفید اور زرد میں تدبیج ہے۔

(۳) **مقابلہ** (سامنے آنا) کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسی چیزوں کو لانا جن کے معنیٰ میں ضد نہ ہو۔ پھر ایسی چیزیں لانا جن کے معنیٰ پہلی چیزوں کے ضد ہوں۔ مثلاً ؂

ترکِ مطلب نے کیا ہے بے نیاز
ہاتھ کھینچا پاؤں پھیلاتے ہیں ہم

ہاتھ کھینچا ایک حصہ ہے ہاتھ اور کھینچا کے معنیٰ میں ضد نہیں ہے۔ پھر پاؤں پھیلانا ہے۔ ہاتھ کے مقابل پاؤں ہے اور کھینچا کے مقابل پھیلا ہے اور ان میں باہم ضد ہے۔ مقابلہ بھی تضاد ہی کی ایک قسم ہے۔

(۴) **ایہام**[2] (وہم میں ڈالنا) کلام میں ایسا لفظ لانا جس کے دو معنیٰ ہوں۔ ایک (قریب) پاس کے اور دوسرے (بعید) دور کے۔ اور کسی پوشیدہ قرینے (طریقے) سے معنیٰ بعید مراد ہوں۔ مثلاً ؂

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

سایہ کے ایک معنیٰ ہیں چھاؤں۔ دوسرے معنیٰ ہیں طرف داری اور حمایت۔ یہاں

۱۔ اسے تدبیج بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ اس کو توریہ جو آکرنا بھی کہتے ہیں ۔ بعض علمائے بدیع نے ایہام توریہ اور ایہام تناسب کو ایک ہی تصور کیا ہے۔ (معیار البلاغت ص۱۶۹)

www.urduchannel.in

دوسرے معنیٰ مراد نہیں جو بعید ہیں اور پوشیدہ قرینے سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(۵) ایہام تناسب (مناسبت کی وجہ سے وہم میں پڑنا) کلام میں ایسے دو لفظ لانا جن میں سے ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوں۔ ایک مقصود ہوں دوسرے غیر مقصود اور معنیٰ غیر مقصود کو (جو مراد نہ ہوں) دوسرے لفظ کے معنیٰ سے مناسبت ہو مثلاً ؎

عالم ہوں علم عشق کا میں۔ کر نہ ہمسری　　اے عندلیب تو۔ نے پڑھی بوستاں تلک

بوستاں باغ کو کہتے ہیں اور یہ معنیٰ کہ تجھے بوستان (باغ) تک کی معلومات ہے اس سے آگے کچھ نہیں جانتی یہ معنیٰ مقصود ہیں اور چونکہ بوستاں ایک کتاب کا نام بھی ہے اس اعتبار سے یہ معنیٰ کہ تو نے بوستاں کتاب تک پڑھا ہے یہ معنیٰ غیر مقصود ہیں جو یہاں مراد نہیں لیکن ان معنیٰ کو بھی دوسرے لفظ پڑھی سے مناسبت ہے۔

شمع کی مانند۔ ہم اس بزم میں　　چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

(۶) ایہام تضاد (ضد کی وجہ سے وہم میں پڑنا) کلام میں ایسے دو لفظ لانا جن میں سے کسی ایک کے دو معنیٰ ہوں۔ ایک مقصود (مراد) ہوں اور دوسرے غیر مقصود اور جو غیر مقصود ہوں وہ کسی دوسرے لفظ کے معنیٰ کے ساتھ تضاد کا تعلق رکھتے ہوں مثلاً۔

بولا جب اس نے باندھے باند　　کھلتا نہیں۔ کس طرح یہ ہے تو

کھلتا کے دو معنیٰ ہیں (۱) ظاہر ہونا اور یہ معنیٰ مقصود ہیں (۲) بندھے ہوئے کے خلاف ہونا۔ اور یہ معنیٰ غیر مقصود ہیں۔ اور ان ہی کو دوسرے لفظ (باندھے) کے ساتھ تضاد کا تعلق ہے۔

۷ **مراعات النظیر**[۱] (مثال کی رعایت رکھنا) ایسی چیزیں لانا جن میں تضاد

---

[۱] اسے تناسب۔ توفیق۔ ایتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

کے علاوہ کوئی اور مناسبت ہو مثلاً ؎

پتہ پتہ بوٹا بوٹا سب حال ہمارا جانے ہے　　　جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

پتہ پتہ۔ بوٹا بوٹا۔ گل اور باغ میں باہم مناسبت ہے اور تضاد نہیں ہے۔

(۸) **تشابہ الاطراف** (دونوں طرفوں میں مشابہت ہونا) کلام کو ایسے لفظوں پر ختم کرنا جن کے معنی کلام کے پہلے حصے سے مناسبت رکھتے ہوں۔ مثلاً ؎

زباں گنگ ہے عشق میں کان بہرے　　　بُرا سنتے سنتے۔ بھلا کہتے کہتے

کہتے کہتے کا تعلق زبان سے ہے۔ پہلے زبان ہے اور کلام کے آخر میں کہتے کہتے ہے اور اسی بنا پر دونوں اطراف میں مشابہت ہے۔

(۹) **حسنِ تعلیل** (خوبی کا سبب) کسی خوبی کے ظاہر کرنے کے لیے کسی چیز کا وہ سبب بتانا جو دراصل اس کا سبب نہ ہو مثلاً ؎

پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی　　　ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

نہیں ہے بے سبب پھولوں کا کھلنا زربکف ہو کر　　　خراجِ حسن لیتی ہے زمیں بھی کوئے جاناں کی

بعض پھولوں میں زرد رنگ کے بیج ہوتے ہیں ان کے زرد ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ محبوب کی گلی کی زمین بھی حسین ہونے کا ٹیکس لیتی ہے جسے ادا کرنے کے لیے پھول زربکف نکلے ہیں یعنی ہاتھوں میں سونا لیے ہوئے ہیں۔ سونا زردی مائل ہوتا ہے اس لیے زرد بیجوں کو سونے سے تشبیہ دی ہے مگر یہ سبب ہے نہیں۔ بلکہ خوبی پیدا کرنے کے لیے یہ سبب قرار دیا ہے۔

(۱۰) **تجاہلِ عارفانہ**: کسی نکتے یا خوبی کے پیدا کرنے کے لئے جان بوجھ کر انجان بننا۔ مثلاً ؎

صنم کہتے ہیں تیرے بھی کمر ہے　　　کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

www.urduchannel.in

یہ جانتے ہوئے کہ ہر شخص کے کمر ہوتی ہے لیکن پھر بھی انجان بن کر دریافت کرتا ہے اور اس انجان بننے سے کمر کی باریکی میں مبالغہ منظور ہے۔

(۱۱) **مشاکلت** (ہم شکل ہونا) پہلے دو چیزوں کے ذکر کا ارادہ کریں پھر ایک ہی جگہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک کے لیے ایسا لفظ لائیں جو معنی میں دوسرے سے مشابہت رکھتا ہو مثلاً ؎

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مینھ برسنے کے لیے ابر کا رونا استعمال کیا ہے۔ جو رونے والے سے معنوی مشابہت رکھتا ہے۔

(۱۲) **مزاوجت** (دو چیزوں کا ملانا) کلام میں شرط اور جزا کا ہونا یعنی دو معنوں کو اس طرح بیان کرنا کہ جو اثر پہلے سے ہو وہی دوسرے سے ہو مثلاً ؎

آہ کیجے تو آن جاتی ہے
اور نہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کرنا اور نہ کرنا دو چیزیں ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک سے ایک چیز (آن یا جان) کا جانا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۳ **ارصاد**[1] (نگہبان بٹھانا) کلام کے آخری حصے سے پہلے ایسا لفظ لانا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آخری حصہ (قافیہ یا لفظ) کیا ہوگا مثلاً ؎

کیا قہر ہے۔ وقفہ ہے ابھی آنے میں ان کے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا

پہلے شعر میں وقفہ اور توقف اور دوسرے شعر میں صاف اور صوفی یہ بتا رہے

---

[1] اس کو تسہیم (دھاری دار چادر بنانا) بھی کہتے ہیں اور نثر میں بھی اس سے کام لیا جاتا ہے۔

www.urduchannel.in

ہیں کہ پہلے شعر کے قافیے کی رعایت سے دوسرے شعر کا قافیہ تصوّر نہ ہوگا۔

(۱۴) رجوع (واپس ہونا) کلام میں پہلے کوئی خوبی بیان کریں پھر کسی نکتے یا فائدے کی غرض سے اس کو غلط قرار دیں اور ایسی خوبی بیان کریں جو اس سے بہتر ہو مثلاً ؎

وہ آنکھیں کہ آہو پہ جادو چلائیں　　نہ آہو پہ۔ جادو پہ جادو چلائیں

پہلے کسی حسین کی آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے ترجیح دی اور جادو کہا پھر جادو سے رجوع کیا اور جادو سے بھی بڑھا دیا ہے۔ یہاں رجوع سے یہ فائدہ ہوا کہ حسین کی آنکھوں کو ہر اعتبار سے فوقیت ۔۔ل ہو گئی ہے۔

(۱۵) استخدام (طلب خدمت) کلام میں ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں پہلے ایک معنیٰ مراد لیں پھر ضمیر کی مدد سے دوسرے معنیٰ مراد لیں۔ مثلاً ؎

ملے مجھ سے تو فرمایا کہ کسی کو داغ کہتے ہیں　　تھی جو ماہِ کامل میں تھی وہ بنے ہولا لہ میں

پہلے داغ سے مراد داغ شاعر ہے پھر نرم ضمیر کی مدد سے وہ سیاہ داغ مراد لیا جو چاند میں اور لالہ کے پھول میں ہوتا ہے۔

(۱۶) لف و نشر (لپیٹنا اور بکھیرنا) کلام میں پہلے کئی چیزیں لائیں پھر بلا تعین[۱] ان کے مناسبات و متعلقات لائیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) لف و نشر مرتب :۔ پہلے کئی چیزیں لائیں پھر اسی ترتیب سے (جیسے وہ چیزیں لائے ہیں) ان کے مناسبات لائیں مثلاً ؎

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار　　گل جدا، سرو جدا، نرگس بیمار جدا

---

[۱] مقرر کیے بغیر

www.urduchannel.in

رخسار کے مناسب گل ہے۔ قد کے مناسب سرو ہے اور عاشقِ زار کے مناسب نرگسِ بیمار ہے اور یہ ترتیب سے ہیں۔

(ب) لف و نشر غیر مرتب: پہلے کئی چیزیں لائیں پھر ان کے مناسبات لائیں مگر ان میں ترتیب نہ ہو بلکہ کسی کا مناسب پہلے ہو اور کسی کا پیچھے مثلاً ؎

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب　　نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

دل کے مناسب خیال ہے جو بعد میں آیا ہے اور دیدہ (آنکھ) کے مناسب نظارہ ہے جو پہلے آیا ہے گویا کہ مناسبات میں ترتیب نہیں ہے۔

(۱۷) جمع (اکٹھا کرنا) کلام میں کئی چیزوں کو ایک سی حالت میں یا ایک ہی حکم میں جمع کرنا۔ مثلاً ؎

بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل　　جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

بو، نالہ اور دود یعنی تینوں چیزوں کو ایک ہی حالت پریشانی میں اکٹھا کر دیا ہے۔

(۱۸) تفریق (فرق کرنا) کلام میں ایک ہی قسم کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ مثلاً ؎

عشق میں نسبت نہیں بلبل کو پروانے کے ساتھ
وصل میں وہ جان دے یہ ہجر میں جیتی رہے

بلبل اور پروانے کے عشق میں یہ فرق ظاہر کیا ہے کہ پروانہ عشق میں جان دیتا ہے اور بلبل عشق میں مرتی نہیں۔

(۱۹) تقسیم (بانٹنا) کلام میں پہلے کئی چیزیں لائیں پھر تعیین[1] کے ساتھ ان کے مناسبات لائیں۔ مثلاً ؎

---

[1] مقرر کر کے باخصوصیت کے ساتھ۔

تیرا ہنسنا میرے رونے کے برابر ہوگیا — اُس نے مارا خلق کو اس نے ڈبویا اک جہاں

ضمیر اُس اور اس نے ہنسنے کے ساتھ مارا کو اور رونے کے ساتھ ڈبویا کو مقرر کر دیا ہے مارا ہنسنے کے مناسب ہے اور ڈبویا رونے کے مناسب ہے ۔

فرق: تقسیم اور لف و نشر میں یہ فرق ہے کہ تقسیم میں مناسبات تعیُّن کے ساتھ ہوتے ہیں اور لف و نشر میں مناسبات تعیّن کے ساتھ نہیں ہوتے ۔

(۲۰) جمع و تفریق: ۔ کلام میں پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کرنا پھر ان کا فرق بتانا ۔ مثلاً ؎

کم نہیں جلوہ گری میں تیرے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں

پہلے محبوب کے کوچے کو اور بہشت کو جلوہ گری میں یکساں قرار دیا ہے ۔ پھر یہ فرق بتایا ہے کہ بہشت اس قدر آباد نہیں ہے جس قدر محبوب کا کوچہ آباد ہے ۔

(۲۱) جمع و تقسیم ۔ کلام میں پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کرنا پھر تعیُّن کے ساتھ ان کے مناسبات کو لانا ۔ مثلاً ؎

دوست[1] کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ

کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

بُرا کہنے میں سب کو یکساں قرار دیا ہے اور ایک حالت میں جمع کر دیا ہے پھر مناسبات کو تعیُّن کے ساتھ تقسیم کر دیا ہے کہ دوست ملامت کرتے ہیں اور دشمن گلہ کرتے ہیں ۔

---

[1] پہلے دوسرے مصرع کا مطلب لینا چاہیے اور پھر پہلے کا ۔

www.urduchannel.in

(۲۲) **جمع و تفریق و تقسیم** ــــــ کلام میں ان تینوں چیزوں[1] کو ایک جگہ جمع کرنا۔ اس طرح کہ پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کریں پھر ان میں فرق بتائیں اور پھر مناسبات کو تعین کے ساتھ تقسیم کر دیں مثلاً ؎

صورتِ یار و دلِ زار ہیں دونوں تاباں　　آتشِ عشق سے یہ حُسن سے ہے وہ روشن
روشنی اس کی تو پہنچاتی ہے راحت دل کو　　اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

پہلے مصرع میں جمع ہے۔ دوسرے میں تفریق ہے۔ تیسرے اور چوتھے میں تقسیم ہے۔

(۲۳) **تجرید** (الگ کرنا) ایک خوبی والی چیز سے اسی جیسی ایک اور چیز حاصل کریں تاکہ پہلی چیز اپنی خوبی میں کامل سمجھی جائے۔ مثلاً

مجھ کو طعنے دیتے دیتے کیوں پشیماں ہو گئے　　آئینے میں تم نے کیا دیکھا کہ حیراں ہو گئے

محبوب کی شکل اتنی پیاری ہے کہ اسے دیکھ کر عاشق تو حیران تھا ہی لیکن جب آئینے میں اس کا عکس پڑا اور وہ صورت رونما ہوئی تو محبوب خود اسے دیکھ کر حیران اور پشیمان ہو گیا اور سمجھا کہ واقعہ میں عاشق کی حیرانی بجا ہے۔ اور اس خیال سے کہ وہ اسے بیجا سمجھتا تھا اسے پشیمانی بھی ہوئی۔ اس بیان سے محبوب کی خوبصورتی میں مبالغہ منظور ہے۔

(۲۴) **مبالغہ** (انتہا کو پہنچانا) کلام میں کسی بات کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرنا کہ برائی یا بھلائی میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) **تبلیغ** (پہنچانا) وہ مبالغہ جو عقلاً بھی ممکن ہو اور عادتاً بھی۔ مثلاً ؎

وعدۂ شام پہ کی ہم نے عبث جاگ کے صبح　　وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

---

[1] جمع و تفریق اور تقسیم کو۔

www.urduchannel.in

یہ بات عقل اور عادت کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کسی کے انتظار میں کوئی رات بھر جاگتا رہے۔

(ب) اغراق (ڈبونا) وہ مبالغہ جو عقلاً ممکن ہو اور عادتاً ممکن نہ ہو مثلاً ؎

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے
رستم جو نہ آوے تو وہیں اس کا سر آئے

رستم کی بہادری کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا سر کاٹ لانا ایسا کام ہے جو روزمرہ کے کاموں کی طرح نہیں ہو سکتا اس لیے عادتاً ناممکن ہے لیکن عقلاً یہ ممکن ہے کہ کوئی اس کا سر کاٹ لائے۔

تبلیغ اور اغراق مبالغے کی یہ دونوں قسمیں مقبول ہیں اور انکی خوبیوں میں گنی جاتی ہیں۔

(ج) غلو (حد سے گزرنا) وہ مبالغہ جو عقل اور عادت دونوں کے لحاظ سے ناممکن ہو۔ مثلاً ؎

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

یہ بات عقلاً اور عادتاً ناممکن ہے کہ آسمان ہمالہ پہاڑ کی چوٹی کو چومے۔

(۲۵) مذہب کلامی[1] (متکلمین کا طریقہ) کلام کو علمائے متکلمین کی طرح علم منطق[2] کے قاعدے کے مطابق دلیل سے آراستہ کرنا مثلاً ؎

---

[1] علم کلام ایک علم کا نام ہے جس میں ہر بات کو عقل کی روشنی میں سلجھا کر بیان کیا جاتا ہے اس علم کے عالموں کو اہل کلام یا علمائے متکلمین کہتے ہیں اور وہ علم منطق سے کام لیتے ہیں اور مذہب طریقے کو کہتے ہیں۔ [2] علم منطق وہ علم ہے جس کے قاعدوں کو یاد رکھنے سے ذہن اور فکر غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔

www.urduchannel.in

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا

تو آب و دانہ کو لے کر گوہر نہ ہو پیدا

گوہر (موتی) کی دنیا کو دانے سے اور چمک دمک کو آب (پانی) سے تشبیہ دی ہے۔ اگر عدم سے روزی کا فکر نہ ہوتا تو گوہر آب و دانہ کے ساتھ نہ آتا لیکن چوں کہ گوہر آب و دانہ کو ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے اس لیے یہ ثابت ہے کہ روزی کا فکر عدم ہی سے ساتھ ہے۔

۲۶ مذہب فقہی (فقہ دریافت کرنا) علم فقہ کے عالموں کی طرح کسی سوال کو اس طرح حل کرنا جس طرح اس جیسا اور کوئی سوال حل کیا جا چکا ہو۔ مثلاً ؎

میں نے جو کہا تو ذرا سا ہے دل | کیسے غم سب یار نے کی تجھ میں جا
دل بولا آنکھ بھی ہے اک چھوٹی سی شے | اور اس میں سماجاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کا قیاس آنکھ پر کیا ہے اور اس طرح اس سوال کو حل کر دیا ہے اور یہ طریقہ علم فقہ کے عالموں کا ہے۔

(۲۷) تاکید المدح بمایشبہ الذم (برائی کے طور پر تعریف کرنا) کلام میں کسی کی تعریف اس طرح کرنا کہ بظاہر برائی معلوم ہو لیکن دراصل تعریف مراد ہو۔ مثلاً ؎

حسن ہے بیشک ترا بے عیب رشک پری | پر غرور اتنا تو نقصان ہے کہ تو مغرور ہے

مغرور ہونا حسینوں کا وصف ہے اور اس وصف کو ظاہر کرنا مقصود ہے لیکن بظاہر اسے برائی کی صورت میں بیان کیا ہے۔

۲۸ تاکید الذم بمایشبہ المدح (تعریف کے طور پر برائی کرنا) کلام میں کسی کی

www.urduchannel.in

برائی اس طرح کرنا کہ بظاہر تعریف معلوم ہو لیکن در اصل برائی یا ہجو مراد ہو۔ مثلاً ؎

فلک بے بہرہ آب و خور سے کب رکھے غریبوں کو
مگر کھانے کو غم خونِ جگر پینے کو دیتا ہے

اس تعریف کے پردے میں کہ آسمان غریبوں کو کھانے اور پینے سے محروم نہیں رکھتا یہ برائی کی ہے کہ وہ کھانے کو غم اور پینے کو خونِ جگر دیتا ہے۔ یہ برائی ہے اور اسی کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

(۲۹) اِدماج[1] (لپٹنا) کلام میں کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ ایک مطلب سے کوئی دوسرا مطلب بھی حاصل ہو۔ مثلاً ؎

مجھ کو دیارِ غیر میں مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

اس بیان سے ایک مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ پردیس میں مرنے سے زیادہ ذلت نہیں ہوئی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ پردیس میں مرنے سے بیکسی کی تکمیل ہو گئی۔ فرق۔ ادماج اور ایہام میں فرق یہ ہے کہ ایہام میں ایک لفظ کے دو یا زیادہ معنی ہوتے ہیں اور ادماج میں پورے کلام سے دو معنی نکلتے ہیں۔

(۳۰) اِستتباع (پے در پے لانا) کلام میں کسی کی تعریف اس طرح کرنا کہ اس سے ایک اور تعریف پیدا ہو جائے۔ مثلاً ؎

زیرِ راں تیرے ہے وہ توسنِ چالاک کہ تو
چھیڑے ایک نہ ذرا اس کو جو وقتِ صفِ جنگ
یوں کرے جست کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد
منھ سے اڑ جائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ

ان شعروں میں گھوڑے کی تعریف ہے۔ مگر اس سے محبوب کی تعریف بھی

---

[1] ادماج کو ذو المعنیین بھی کہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

میں ہونا لیکن در اصل مذاق یا مسخرہ نہ ہو بلکہ صحیح اور سنجیدہ بات مراد ہو مثلاً ؎

کچھ اس کا اعتبار نہیں بے وفا ہے یہ نازاں نہ ہو جو زنِ دنیا کی چاہ پر

دنیا کو زن دنیا کہہ کر مذاق کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن بات صحیح ہے کہ دنیا بے وفا ہوتی ہے۔

(۲۳) قولِ بالموجب (فرضی بات) کلام میں ایسے لفظ کا ہونا جس کی مدد سے کلام کا وہ مطلب سمجھ لیا جائے جو در اصل کہنے والے کا مطلب نہ ہو مثلاً

جب کہا ان سے کہ مرتا ہوں تو ہنس کر بولے مونھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہیں مرنے والے

مرتا ہوں کہنے سے مراد یہ تھی کہ میں تم پر عاشق ہوں۔ مگر محبوب نے اس کے اصلی معنی مراد لیے ہیں یعنی دنیا سے گزرتا ہوں اور موت کے مونھ میں جاتا ہوں جو در اصل کہنے والے کا مطلب نہیں ہے۔ غالب کا یہ شعر بھی اسی قسم کا ہے ؎

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

(۲۴) اطراد (آگے بڑھانا) کلام میں جس کی تعریف کی جائے اس کے باپ دادا کا نام بھی لایا جائے مثلاً ؎

تھے موتی لال کے بیٹے جواہر لال پنڈت جی

جو ہندوستان کے محبوب رہبر اور ہمدم تھے

ہندوستان کے ہر دل عزیز وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے والد بزرگوار کا نام پنڈت موتی لال نہرو تھا۔

(۲۵) تعجب ۔ کلام میں کسی فائدے یا غرض کے لیے تعجب یا حیرت کو ظاہر کرنا مثلاً ؎

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہیں عمر گزری موت کو کیا جانیے کیا ہو گیا

www.urduchannel.in

موت کے نہ آنے پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ عاشق کو زہر کھا لینے سے بھی موت نہیں آتی۔

(۳۶) حشو[۱] (بھرتی یا زیادتی) کلام میں ایسا زائد لفظ یا جملہ لانا کہ اگر وہ نہ ہو تو بھی مطلب پورا ادا ہو جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) حشوِ ملیح (نمکین زیادتی) کلام میں ایسا زائد لفظ یا جملہ لانا جس سے کلام میں خوبی پیدا ہو جائے اور اس کے حسن میں چار چاند لگ جائیں اور لطف دوبالا ہو جائے مثلاً ؎

حضرتِ ناصح سے یہ کہنا وکراب کیا کیجیے دل جو تھا بندہ خدا کا سو بتوں کا ہو رہا

یہ جملہ کہ "جو تھا بندہ خدا کا" حشوِ ملیح ہے کیوں کہ مطلب صرف یہ ہے کہ دل بتوں کا ہو رہا۔ لیکن بتوں کی مناسبت سے یہ ذکر "جو تھا بندہ خدا کا" لطف سے خالی نہیں ہے۔ حشوِ ملیح[۲] سے کلام کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اس لیے یہ بہت کارآمد ہے۔

(ب) حشوِ متوسط (درمیانی بھرتی) کلام میں ایسا زائد لفظ یا جملہ لانا جس سے کلام میں نہ کوئی خوبی پیدا ہو اور نہ کوئی خرابی اور نہ وہ اپنے مرتبہ سے گرنے پائے مثلاً ؎

تو ہے بحرِ بیکراں میں تشنہ و تفسیدہ لب اے جہانِ جود و ہمت پیاس کو میری بجھا

تشنہ و تفسیدہ میں سے اور جود و ہمت میں سے ایک ایک لفظ حشوِ متوسط ہے۔

---

[۱] اس کو اعتراض بھی کہتے ہیں، اور نحو کی اصطلاح میں جو جملہ زائد ہوتا ہے اسے جملہ معترضہ کہتے ہیں۔ [۲] مولانا صہبائی مرحوم لکھتے ہیں "حشوِ ملیح کہ حسنِ کلام کا موجب ہے کثیر الوقوع ہے" ص۸۹ حدائق البلاغہ۔

www.urduchannel.in

(ج) حشوِ قبیح (بری بھرتی) کلام میں ایسا زائد لفظ یا جملہ لانا جس سے کلام میں خرابی پیدا ہو جائے لطف کم ہو جائے اور وہ مرتبے سے گر جائے۔ مثلاً ؎

روئے آنسو اس قدر ہم ہجر میں اشک کے طوفاں سے دریا ہو گیا

اس میں لفظ آنسو حشوِ قبیح ہے جس سے شعر کا سارا مزا کرکرا ہو گیا ہے۔ اگر یہ مصرع اس طرح ہوتا تو یہ عیب پیدا نہ ہوتا۔ ع

اس قدر روتے رہے ہم ہجر میں

حشوِ قبیح کا شمار عیوب میں ہوتا ہے۔ یہاں ضمناً ذکر آ گیا ہے۔

(۳۷) تفسیر (کھول کر بیان کرنا) کلام کے ایک حصے میں ایسے لفظ لانا جن سے مطلب صفائی سے ادا نہ ہو پھر دوسرے حصے میں ایسے لفظ لانا جن سے مطلب صفائی سے ادا ہو جائے۔ مثلاً ؎

کیا غضب لین دین ہے ظالم لیتا ہے دل تو دیتا ہے غم ہجر

لین دین کا مطلب واضح نہیں تھا دوسرے مصرع میں اسے واضح کر دیا ہے اور وہ یہ کہ دل لیتا ہے اور غم ہجر دیتا ہے۔

(۳۸) تلمیح (ہلکی سی نظر ڈالنا) کلام میں کسی مشہور قصے یا کسی مسئلے یا کسی تمثیل یا کسی علمی اصطلاح یا کسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔ مثلاً ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

ابنِ مریم یعنی حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خدا کے حکم سے بیماروں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

(۳۹) عکس و تبدیل (ادل بدل) کلام میں جو حصہ پہلے ہو اسے پیچھے لانا اور

www.urduchannel.in

جو پیچھے ہو اُسے پہلے لانا مثلاً ؎

نہیں بھید کھلتا خفا کیوں ستم ہے
خفا کیوں ستم ہے۔ نہیں بھید کھلتا

پہلے مصرع کا پہلا جملہ تبدیل ہو کر دوسرے مصرع کے آخر میں آگیا ہے اور پہلے مصرع کا دوسرا جملہ دوسرے مصرع کے شروع میں آگیا ہے اور یہی عکس تبدیل ہے۔

(۴۰) براعت الاستہلال[۱] (اظہار کی رعایت) کلام کے شروع میں ایسے لفظ لانا۔ جو آنے والے مطلب سے مناسبت رکھتے ہوں اور ان سے آنے والے مطلب کی طرف اشارہ پایا جائے۔ مثلاً ؎

دم بدم آرزوئے مرگ سوا ہوتی ہے
سچ ہے۔ دنیا میں شب ہجر بلا ہوتی ہے

آئندہ شہادت اور قتل کا ذکر آتا ہے۔ لہذا آرزوئے مرگ سے اس مطلب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہ لفظ اس مضمون سے مناسبت رکھتے ہیں۔

(۴۱) ایرادِ مثل[۲] (کہاوت لانا) کلام میں کسی مشہور مثل (کہاوت) کو لانا تاکہ مطلب خوب ظاہر ہو جائے۔ مثلاً ؎

بلی نیک بندی بڑی پارسا ہے
چوہے نو سو کھا کے چلی حج کو بلی

نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔ یہ مشہور کہاوت ہے جو پہلے مصرع میں آئی ہے۔

(۴۲) اقتباس[۳] (فائدہ اٹھانا) کسی کے مشہور کلام کو اپنے کلام میں ملانا یا

---

۱ اس کو حسن مطلع بھی کہتے ہیں ۲ اس کو ارسال مثل بھی کہتے ہیں۔
۳ اس کو تضمین بھی کہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

نقل کرنا مثلاً ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

دوسرا مصرع ناسخ لکھنوی کا مشہور مصرع ہے جو غالب نے اپنے کلام میں شامل کرلیا ہے۔

(۴۳) **سوال و جواب** ۔ کلام میں آپس کی بات چیت یا سوال و جواب کا ہونا مثلاً ؎

پوچھا کہ طلب ۔ کہا قناعت
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

دونوں مصرعوں میں پہلے سوال ہے اور پھر جواب ہے ۔

(۴۴) **التفات** (توجہ کرنا) کسی شخص کا یا کسی چیز کا ذکر کبھی بطور غائب کبھی بطور حاضر اور کبھی بطور متکلم کے کرنا مثلاً ؎

حاضر ہوا ہے در پہ ترے اشکبار حال
ظلمِ جہاں سے جس کا کلیجہ ہے داغ دار
میں آپ کے حضور میں آیا ہوں ملتجی
گھیرے ہوئے ہے گردشِ دورانِ کج مدار

ان شعروں میں ایک ہی شخص کا ذکر کئی طرح آیا ہے ۔ گویا کہ مختلف پہلوؤں سے توجہ کی ہے ۔

(۴۵) **ادّعا** (دعویٰ بے دلیل) ناممکن بات کا اس طرح دعویٰ کرنا کہ وہ ٹھیک اور ممکن معلوم ہو مثلاً ؎

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

آئینے کے بے حرکت ہونے کو حیرت سے تعبیر کیا ہے اور منھ تکنے سے مراد لوگوں کا منھ دیکھنا ہے جس کو منھ تکنا کہہ دیا ہے ۔ حالاں کہ آئینہ کسی کا

موضوع نہیں ہوا کرتا مگر اس بے دلیل دعوے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ ممکن معلوم ہونے لگتا ہے۔

(۴۶) **مناظرہ** (نظر ڈالنا بحث کرنا) کلام میں کسی کے قول کو غلط ثابت کرنا۔ مثلاً ؎

ایک روز آسماں یہ پکارا کہ اے زمیں — میرے حضور خاک تری آبرو نہیں
یہ بولی کج نہاد ہے اے چرخِ سرنگیں — یہ بانکپن ملا ہے۔ نہ یہ صورت تری حسیں
یہ بولا تو ہر ایک کی نظر میں حقیر ہے — اس نے کہا سمجھ نہیں اسے چرخِ پیر ہے

گویا کہ ہر ایک نے دوسرے کی بات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۴۷) **سحرِ حلال** (جائز جادو) کلام میں ایک یا کئی لفظ ایسے لائیں جو پچھلے کلام کے خاتمے کو ظاہر کرتے ہوں اور ان سے آنے والے کلام کی ابتدا بھی ظاہر ہوتی ہو۔

پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول — ناظمؔ رندوں میں پارسا ہے

لاحول سے پہلے یہ خیال ہوتا ہے کہ شراب کے چھوڑنے کا ذکر ہے لیکن دوسرے مصرعے نے بتایا کہ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اور لاحول ترکِ شراب کے لیے نہیں بلکہ لگاتار عمل کے اظہار کے لیے ہے۔ مومنؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

رواں فزائے سحرِ حلال مومنؔ سے
رہا نہ معجزہ باقی لبِ بتاں کے لیے

www.urduchannel.in

صنائع

(لفظی خوبیاں)

(۱) صنعت تجنیس[1] (یکساں کرنا) بولنے یا لکھنے میں لفظوں کا ایک جیسا ہونا اور معنی میں مختلف ہونا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں :۔

(۱) تجنیس تام (پوری یکسانیت) کلام میں دو ایسے لفظوں کا ہونا جو بولنے میں لکھنے میں۔ حرفوں کی ترتیب میں۔ حرفوں کی گنتی میں اور حرکت[2] و سکون میں یکساں ہوں اور معنی میں مختلف ہوں مثلاً ؎

جس میں کس نے اپنی نگاہ ڈالی آج   جو پھول کھلاتی ہے گل کی ہر ایک ڈالی آج

پہلے مصرع میں ڈالی ڈالنا مصدر سے ہے اور نگاہ ڈالی سے مراد دیکھنا ہے اور دوسرے مصرع میں ڈالی کے معنی ہیں شاخ گویا کہ لفظ یکساں ہیں مگر معنی میں فرق ہے۔

(ب) تجنیس مرکب (لفظ ملا کر یکساں کرنا) کلام میں ایسے دو لفظوں کا ہونا۔ جن میں سے ایک مفرد (اکیلا) ہو۔ اور دوسرا مرکب یعنی کسی اور لفظ سے مل کر اس جیسا بنا ہو اس کی تین قسمیں ہیں :۔

---

[1] اس کو جناس بھی کہتے ہیں [2] زیر، زبر اور پیش کو حرکت کہتے ہیں اور حرکت کے نہ ہونے کو سکون کہتے ہیں۔ اردو میں حرفوں پر حرکت نہیں لکھی جاتی مگر پڑھنے میں آتی ہے۔

www.urduchannel.in

(۱) تجنیس متشابہ (یکسانی کا شبہ ہونا) بولنے اور لکھنے میں دونوں یکساں ہوں مگر ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب مثلاً ؎

جتنے مر مر گئے بتوں ! تم پر
اُن کے مرقد ہیں سنگِ مرمر کے

پہلے مصرع میں مرمر مرکب ہے جو مرنا مصدر سے ہے اور دوسرے مصرع میں مرمر مفرد ہے۔ جو پتھر کی ایک قسم ہے۔

(۲) تجنیس مفروق (فرق کی ہوئی یکسانیت) کلام میں دو ایسے لفظوں کا ہونا جو بولنے میں یکساں ہوں مگر لکھنے میں یکساں نہ ہوں مثلاً ؎

کہا جی نے مجھ سے یہ ہجر کی رات
یقیں ہے صبح تک دے گی نہ جینے

پہلے مصرع میں جی نے مرکب ہے جو جی اور نے سے مل کر بنا ہے اور الگ الگ لکھا جاتا ہے۔ دوسرے مصرع میں جینے مفرد ہے جو جینا مصدر سے بنا ہے اور مل کر لکھا جاتا ہے۔ گویا کہ بولنے میں یکساں ہے مگر لکھنے میں یکساں نہیں ہے۔

(۳) تجنیس مرفو (جڑی ہوئی یکسانیت) کلام میں ایک لفظ مفرد اور مکمل ہو اور دوسرا بھی ایسا ہی ہو مگر یکساں کرنے کے لیے کسی اور لفظ کا کوئی حرف اس میں جوڑ دیا گیا ہو مثلاً ؎

غُل تھا کہ اب مصالحتِ جسم و جاں نہیں
لو تیغ برق دم کا قدم درمیاں نہیں

برق دم میں سے قاف لے کر دم سے ملایا اور اسے بھی قدم کا ہم شکل بنا دیا۔ (اس قسم کی صنعتیں بیکار سی ہیں)

(ج) تجنیس محرّف (ترچھی یکسانیت) کلام میں دو ایسے الفاظ لانا جو لکھنے میں

www.urduchannel.in

یکساں ہوں لیکن بولنے میں حرکت و سکون میں اور معنیٰ میں الگ الگ ہوں مثلاً ؎

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
وگرنہ یاد تھیں ہم کو شکایتیں کیا کیا

گلے اور گِلے میں حرکت میں فرق ہے کہ گلے میں گ پر زبر ہے اور گِلے میں میں زیر ہے ۔ لکھنے میں دونوں یکساں ہیں ۔ لیکن بولنے میں اور معنیٰ میں دونوں الگ الگ ہیں ۔

(د) تجنیسِ مکرر[1] (بار بار کی یکسانیت) کلام میں ایک جیسے دو لفظوں کا لگاتار آنا مثلاً ؎

دیکھتی گل کی ہے بہار بہار
پھول لاکھوں ہیں اور ہزار ہزار

بہار بہار اور ہزار ہزار لگاتار آئے ہیں ۔ ایک بہار کے معنیٰ ہیں موسم دوسری بہار کے معنیٰ ہیں رونق اور سجاوٹ ۔ اسی طرح ایک ہزار کے معنیٰ ہیں بلبل اور دوسرے ہزار کے معنیٰ ہیں گنتی میں سو کا دس گنا ہونا ۔

(ھ) تجنیسِ زائد یا ناقص (زائد یا ادھوری یکسانیت) کلام میں دو یکساں سے لفظوں میں سے کسی میں ایک حرف زیادہ ہو یا کسی میں ایک حرف کم ہو مثلاً ؎

اس کے قامت پہ قیامت کا کروں گر میں خیال
کب قیامت نے بھلا پائی ہے یہ حشر کی چال

قیامت میں قامت سے ایک حرف زیادہ ہے اس اعتبار سے تجنیسِ زائد ہے اور قامت میں قیامت سے ایک حرف کم ہے اس اعتبار سے تجنیسِ ناقص ہے ۔

(و) تجنیسِ مضارع (یکسانیت میں مانند ہونا) کلام میں دو لفظوں کا حرفوں کی

۱؎ اس کو تجنیسِ مُزْدَوَج (ملی ہوئی یکسانیت) بھی کہتے ہیں ۔

www.urduchannel.in

گنتی میں حرکت و سکون میں اور وزن میں یکساں ہونا۔ لیکن ایک حرف بدلا ہوا ہو۔ اور وہ لفظ بھی ایسا ہی ہو جو ادا کرنے میں قریب ہی سے ادا ہوتا ہو مثلاً ؎

عقل ہر شخص ہے تو علم میں کانِ گوہر　　شکل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت

علم اور حلم گنتی میں، حرکت و سکون میں اور وزن میں یکساں ہیں لیکن صرف ایک حرف بدلا ہوا ہے اور وہ (ع ح) پاس ہی سے ادا ہوتا ہے اس لیے ایک لفظ دوسرے کے مانند معلوم ہوتا ہے۔

(ز) تجنیسِ لاحق[1] (جزوی یکسانیت) ہم جنس لفظوں میں ایک سے زیادہ حرفوں کا مختلف نہ ہونا مثلاً ؎

واں بال سی وہ کمر ہے باریک　　یاں آنکھوں میں دو جہان تاریک

باریک اور تاریک میں تجنیسِ لاحق ہے۔ ت، ب کے سوا سب حرف یکساں ہیں۔

(ح) تجنیسِ خطی (تحریری یکسانیت) کلام میں ایسے لفظوں کا ہونا جو تحریری صورت میں یا لکھنے میں یکساں ہوں، مگر نقطوں میں اور حرکت و سکون میں فرق ہو مثلاً ؎

کھل گئی ہم پر کہ رندوں سے کہیں بگڑی ہے آج
سر پہ ہے پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

پگڑی اور بگڑی میں تجنیسِ خطی ہے۔ نقطوں اور حرکتوں کا فرق ہے۔

(ط) تجنیسِ قلب (الٹی یکسانیت) کلام میں دو لفظوں کے حرفوں کا کمی میں

---

[1] اتنا اضافہ اور ہونا چاہیے کہ آخری حرف کا ہم جنس ہونا ضروری ہے ورنہ تجنیسِ لاحق اور تجنیسِ مضارع میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ تاہم اس قسم کی تجنیسیں بے سود ہیں۔ خلاق

www.urduchannel.in

یکساں ہونا اور ایک ہی طرح کا ہونا مگر ترتیب میں ایک دوسرے سے بالکل الٹ ہوں۔ اس کی دو صورتیں ہیں :۔

(۱) قلبِ کل (پورا الٹ پھیر) کلام میں دو لفظ ہوں جن میں سب حروف یکساں ہوں لیکن ترتیب وار ایک دوسرے سے بالکل الٹے ہوں مثلاً ؎

دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا
از روئے غور گنج کو جو الٹو تو جنگ ہے

گنج میں اور جنگ میں حروف یکساں ہی ہیں لیکن ترتیب وار الٹے ہوئے ہیں۔

(۲) قلبِ بعض (کچھ الٹ پھیر) کلام میں دو لفظ ہوں جن میں حروف سب یکساں ہوں لیکن کچھ حروف ایک میں دوسرے سے الٹے ہوئے ہوں ؎

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا
رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

قرابت اور رقابت میں ایک حرف الٹا ہوا ہے۔ پورے حروف بدلے ہوئے نہیں ہیں اس لیے یہ قلبِ بعض ہے۔

(ی) اشتقاق (نکالنا) ایک ہی مادّے یا ایک ہی مصدر سے کئی لفظ نکال کر کسی جملے یا شعر میں لانا۔ مثلاً ؎

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی

کٹا اور کٹی اور کٹنے ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں۔

(ک) شبہ اشتقاق (نکلنے کا شبہ) کلام میں ایسے الفاظ لانا جو ایک ہی مادّے یا مصدر سے نکلے ہوئے معلوم ہوں لیکن اصل میں وہ ایک مادّے یا مصدر سے نکلے ہوئے نہ ہوں۔ البتہ ایک مادّے سے مشتق ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔ مثلاً ؎

نہ ہوں گے گوشہ نشیں ترے شیدا
نہ بیٹھیں گے چلّے میں چلّانے والے

www.urduchannel.in

یکساں ہونا اور ایک ہی طرح کا ہونا مگر ترتیب میں ایک دوسرے سے بالکل الٹ ہوں۔ اس کی دو صورتیں ہیں :-

(۱) قلبِ کل (پورا الٹ پھیر) کلام میں دو لفظ ہوں جن میں سب حروف یکساں ہوں لیکن ترتیب وار ایک دوسرے سے بالکل الٹے ہوں مثلاً ؎

دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا
از روئے غور گنج کو جو الٹو تو جنگ ہے

گنج میں اور جنگ میں حروف یکساں ہی ہیں لیکن ترتیب وار الٹے ہوئے ہیں۔

(۲) قلبِ بعض (کچھ الٹ پھیر) کلام میں دو لفظ ہوں جن میں حروف سب یکساں ہوں لیکن کچھ حروف ایک میں دوسرے سے الٹے ہوئے ہوں ؎

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا
رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

قرابت اور رقابت میں ایک حرف الٹا ہوا ہے۔ پورے حروف پلٹے ہوئے نہیں ہیں اس لیے یہ قلبِ بعض ہے۔

(ی) اشتقاق (نکالنا) ایک ہی مادّے یا ایک ہی مصدر سے کئی لفظ نکال کر کسی جملے یا شعر میں لانا۔ مثلاً ؎

دن کٹا زیادہ میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی

کٹا اور کٹی اور کٹنے ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں۔

(ک) شبہ اشتقاق (نکلنے کا شبہ) کلام میں ایسے الفاظ لانا جو ایک ہی مادّے یا مصدر سے نکلے ہوئے معلوم ہوں لیکن اصل میں وہ ایک مادّے یا مصدر سے نکلے ہوئے نہ ہوں۔ البتہ ایک مادّے سے مشتق ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔ مثلاً ؎

نہ ہوں گے گوشہ نشیں ترے شیدا
نہ بیٹھیں گے چلّے میں چلّانے والے

www.urduchannel.in

چلّے اور چلّانے ایک ہی مصدر سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ الگ الگ ہیں۔ چلّہ چالیس دن کو کہتے ہیں۔ اور چلّانے چلّانا مصدر سے نکلا ہے اور اس کے معنیٰ ہیں چیخنا۔

کبھی کئی لفظ ایک ہی مصدر سے مشتق (نکلے ہوئے) ہوتے ہیں لیکن ان کے معنیٰ مختلف ہوتے ہیں۔ انھیں بھی شبہ اشتقاق ہی کہتے ہیں۔ مثلاً ؎

نکتہ مشتاق یار ہے اپنا　　شاعری تو شعار ہے اپنا

شاعری کے معنیٰ ہیں شعر کہنا اور شعار کے معنیٰ ہیں طریقہ۔ اور یہ دونوں ایک ہی مصدر سے نکلے ہیں۔ لیکن مختلف معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔

(ل) ترصیع (مرصع ہونا جڑاؤ ہونا) کلام کے پہلے حصے میں جس وزن اور قافیے کے لفظ لائیں دوسرے حصے میں بھی اسی وزن اور قافیے کے لفظ لائیں مثلاً ؎

ہمت نے مری مجھے اڑایا　　غفلت نے تری تجھے چھڑایا

ہمت کے مقابلے میں غفلت ہے نے کے مقابلے میں نے ہے۔ میری کے مقابلے میں تیری ہے۔ مجھے کے مقابلے میں تجھے ہے اور اڑایا کے مقابلے میں چھڑایا اور یہ سب لفظ ہم وزن اور ہم قافیہ ہیں۔

(۲) رد العجز علی الصدر[1]۔ جو لفظ دوسرے مصرع کے آخر میں ہو۔ وہی پہلے مصرع کے شروع میں لانا۔ خواہ پورا رکن ہو یا ادھورا ہو۔ مثلاً ؎

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہہ دیا　　کہنا کہ ہم نے جان لیا مدعائے خط

---

[1] شاعر پہلے دوسرا مصرع کہتا ہے اور پھر پہلا مصرع کہتا ہے۔ فن عروض میں پہلے

(باقی اگلے صفحہ پر)

الفاظ فقط عجز میں ہی ہے اور صدر میں بھی ہے۔ (بعض علمائے بدیع نے اس کی سولہ قسمیں لکھی ہیں جو بے جا طوالت سے خالی نہیں ہیں)

(۳) لزوم ما لا یلزم[۱] ۔ کلام میں کسی ایسی چیز کو ضروری ٹھہرا لینا جو اصل میں ضروری نہ ہو۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(ا) مہملہ[۲] (نقطہ دار نہ ہونا) کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں نقطہ دار حروف نہ ہوں مثلاً ؎

ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا

اس مصرع میں تمام حروف ایسے ہیں جن میں نقطہ نہیں ہے۔

(ب) منقوطہ (نقطہ دار) کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے ہر حرف پر نقطہ ہو۔ مثلاً ؎

بخشش فیض جشن تخت نشینی

(ج) رقطا (سفید و سیاہ دھبے) کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں ترتیب

(صفحہ ۲۵ سے آگے) مصرع کے پہلے رکن کو صدر کہتے ہیں اور پہلے ہی مصرع کے آخری رکن کو عروض کہتے ہیں اور درمیانی حصے کو حشو کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرع کے پہلے رکن کو ابتدا کہتے ہیں آخری رکن کو عجز کہتے ہیں اور درمیانی حصے کو حشو کہتے ہیں۔ مثلاً ؎

خط نامہ	بر کو پھیر دیا	اور	یہ کہا	کہنا کہ	ہم نے جان لیا	دعائے تر
صدر	حشو		عروض	ابتدا	حشو	عجز

(وزن) مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

تفصیل کے لئے میری کتاب "فن شاعری" ملاحظہ ہو۔ اخلاق دہلوی

[۱] اسکو اعنات (اپنے کو سخت کام میں ڈالنا) بھی کہتے ہیں۔ [۲] اسکو غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔

ـب حرف نقطہ دار ہو اور دوسرا نقطہ دار نہ ہو مثلاً ؎

دے صبا بوسے رخِ جاناں کی

(د) خیفا (ایک حرف کا سیاہ اور دوسرے کا سفید ہونا) کلام میں ایسے لفظ
ـنا جن میں ترتیب وار ایک لفظ میں نقطہ دار حرف ہوں اور دوسرے لفظ
ـں (نقطہ دار حرف) نہ ہوں مثلاً ؎

شب کو جشنِ سرور تخت رہا

ـب جشن اور تخت ایسے لفظ ہیں جن میں نقطہ دار حرف ہیں اور کو سرور
ـرہا ایسے لفظ ہیں جن میں نقطہ دار حرف نہیں ہیں۔

(ہ)[1] فوق النقاط (نقطوں کا اوپر ہونا) کلام میں ایسے لفظ لانا جن میں
ـر نقطے والے حرف ہوں تو ایسے ہوں۔ جن میں اوپر نقطے ہوں مثلاً ؎

مظہرِ صدق و صفا قدر شناسِ عالم

(و) تحت النقاط[2] (نقطوں کا نیچے ہونا) کلام میں ایسے لفظ لانا جن
ـں اگر نقطے والے حرف ہوں تو ایسے ہوں جن میں نیچے نقطے ہوں مثلاً ؎

جی کبھی گری کبھی ہر رہ سیاہ پہ

(ز) مقطع الحروف[3] (کٹے ہوئے حروف والا) کلام میں ایسے لفظ لانا
ـن کے حرف الگ الگ لکھے جائیں اور ملے ہوئے نہ لکھے جائیں مثلاً ؎

اے آدم زاد واہ وا واہ

---

۱ اس کو فوقانیہ بھی کہتے ہیں ۲ اس کو تحتانیہ بھی کہتے ہیں
۳ اس کو صرف مقطع بھی کہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

صنائع

(ح) موصّل (ملے ہوئے) کلام میں ایسے لفظ لانا۔ جن کے حرف ملے ہوئے لکھے جائیں۔ الگ الگ نہ ہوں مثلاً ع

عشق میں بھی ہیں بلائیں کیا کیا

(ط) واسع الشفتین (ہونٹوں کا کھلا رہنا) کلام میں ایسے لفظ لانا جن کے پڑھنے میں ہونٹ آپس میں ملیں نہیں بلکہ کھلے رہیں مثلاً مصرع

ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو جاں نکلے

(ی) واصل الشفتین (ہونٹوں کا ملا رہنا) کلام میں ایسے لفظ لانا جن کے پڑھنے میں ہونٹ کھلیں نہیں بلکہ ملے رہیں مثلاً مصرع

میرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر

(ک) ذوقافیتین[1] (دو قافیے ہونا) کلام میں دو دو قافیے لانا مثلاً سے

جاتی رہی عقل اور ہوئے اوسان کنارے

دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تمہارے

اوسان اور قربان قافیے ہیں اور کنارے اور تمہارے بھی۔

(ل) ذوقافیتین مع الحاجب (دو قافیوں کے درمیان پردہ) کلام میں ایسے دو دو قافیے لانا جن کے درمیان ردیف[2] ہو مثلاً سے

---

[1] اس کو ذوقوافی بھی کہتے ہیں۔ [2] وہ ہم وزن لفظ جو شعر کے آخر میں آئیں اور مستقل نہ ہوں۔ البتہ بیت اور مطلع کے ہر مصرع کے آخر میں قافیہ ہوتا ہے [3] وہ مستقل لفظ یا حرف جو قافیے کے بعد آتے ہیں ـــ اور ان کی تفصیل میری کتاب "فن شاعری" میں ملاحظہ ہو۔ اخلاق دہلوی

www.urduchannel.in

کہیں آنکھوں سے خوں ہو کر بہا　　　کہیں دل میں جنوں ہو کر رہا

خوں اور جنوں ۔ بہا اور رہا قافیے ہیں اور ان کے درمیان ہو کر ردیف ہے ۔

(۴) مُتَلَوِّن (رنگ برنگ کا ہونا) کلام کو اس طرح نظم کرنا کہ وہ دو بحروں یا دو وزنوں میں پڑھا جا سکے مثلاً ؎

جب سے وہ مجھ سے برانتقام ہے　　　چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

یہ شعر دو بحروں میں پڑھا جا سکتا ہے جن کے وزن یہ ہیں :-

(۱) فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن　　(۲) مفتعلن مفتعلن فاعلن

(۵) سیاقۃ الاعداد (گنتی چلانا) کلام میں اعداد (ہندسے) یا گنتی کا لانا مثلاً ؎

رہ روِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے　　　اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

دو اور چار عدد ہیں ۔

(۶) تلمیع (روشن کرنا چمکانا) شعر میں ایک مصرع کا ایک زبان میں ہونا اور دوسرے مصرع کا دوسری زبان میں ہونا مثلاً ؎

عمرِ نوح ہے زندگی تو مجھے درکار نہ ہو　　　خرد یار بنہ نالے تا کجا دقت حذر

پہلا مصرع اردو میں ہے اور دوسرا مصرع فارسی میں ہے ۔

(۷) توشیح (آرائش کرنا) ایسے کئی شعر لانا جن کے پہلے مصرع کے پہلے حرف کو یا ہر مصرع کے پہلے حرف کو جمع کیا جائے تو کوئی نام یا کوئی عبارت بن جائے مثلاً ؎

---

[1] اوزان کی تفصیل میری کتاب "فنِ شاعری" میں ملاحظہ ہو ۔ اخلاق دہلوی

www.urduchannel.in

دلّیٔ مرحوم ہاں اے مخزنِ علم و ہنر　　تجھ کو بھی کچھ یاد ہے وہ عہدِ فیروزی اثر
لمعۂ حسنِ نورِ یزدانی تھا تیری خاک سے　　کوکبِ اقبال تھا عالم پہ تیرا جلوہ گر
لطف تیرا عام تھا یونان و مصر و روم تک　　کیا ہوا کیوں ہو گئی محفل تری زیر و زبر
یوں شریکِ نالہ سامانی ہوا آفاق میں　　مرثیہ دلّی کا ہے اپنی کہانی سر بسر

ان شعروں کے ہر پہلے مصرع کے پہلے حرف کو جمع کر لیا جائے تو لفظ دلّی بن جائے گا۔

(۸) مُعمّا (پوشیدہ) کلام میں ایسے لفظ لانا جن میں سے کسی لفظ سے یا کسی حرف سے کسی پوشیدہ چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اور اس اشارے کے سہارے کوئی نام یا کوئی عبارت بن جائے مثلاً ؎

بنے کیوں کر کہ ہے سب کام اُلٹا　　ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

لفظ اُلٹا کے اشارے نے بتایا ہے کہ ہم کا اُلٹا مہ ہے۔ بات کا اُلٹا تاب ہے اور یار کا اُلٹا رائے ہے اور اس سے "مہتاب رائے" نام بنتا ہے۔

(۹) **تنسیق الصفات** (صفات کا انتظام) کلام میں ایسے لفظ لانا جن سے ایک چیز یا ایک شخص کی کئی صفتیں ظاہر ہوں مثلاً ؎

تیری شمشیر بسرِ خصم پہ ہے۔ میداں میں　　صاعقہ و برقِ بلا۔ قہرِ خداوندِ تعالیٰ

دوسرے مصرع میں تین صفتیں ہیں جو ایک ہی تلوار کی ہیں۔

۱۰ مُسمّط (موتیوں کی لڑی) غزل یا قصیدے کے اشعار میں (مطلع کے علاوہ) قافیے سے پہلے کچھ ہم وزن فقرے (سجع) لانا مثلاً ؎

سرچشمۂ رحمت ہے وہ۔ سرِ دفترِ رحمت ہے وہ

www.urduchannel.in

سرمایۂ دولت ہے وہ۔ یا عزّت وجاہ وحشم
قسمت ہو یاری پہ اگر۔ آجائے جو پیشِ نظر
بخشے یہاں تک سیم و زر سب بھولیں گردوں کے ستم

حشم اور ستم قافیہ ہے اور ہم وزن فقرے اشعار میں بخوبی واضح ہیں۔

(۱) نثر میں سجع (قمری کی آواز) وہ نثر جس کے پہلے فقرے کے تمام لفظ دوسرے فقرے کے تمام لفظوں سے وزن میں اور آخری حرف میں موافق ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) سجع مطرف (بجی ہوئی قمری کی آواز) وہ نثر جس کے فقروں کے لفظ وزن میں مختلف ہوں اور آخری لفظ کے آخری حرف یکساں ہوں مثلاً:-

دل مبتلائے ہجر یار۔ اور سینہ غم عشق سے فگار ہے۔

یار و فگار کا وزن الگ الگ ہے لیکن آخری حرف یکساں ہے۔

(ب) سجع متوازی (قمری کی آواز میں برابری) وہ نثر ہے جس کے دو فقروں کے آخری دو لفظوں کا وزن اور آخری حرف یکساں ہوں مثلاً:-

میں تجھ پر جان دیتا اور اپنے سر بلا لیتا ہوں۔

دیتا اور لیتا ہم وزن بھی ہیں اور آخری حرف بھی یکساں ہیں۔

(ج) سجع متوازن[1] (ہم وزن قمری کی آواز) وہ نثر ہے جس کے دو فقروں کے آخری لفظ ہم وزن ہوں اور آخری حرف الگ الگ ہوں مثلاً:-

روح ایک جوہر لطیف ہے اور مجھ کو بہت عزیز ہے۔

---

[1] اس کو موازنہ بھی کہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

لطیف و عزیز ہم وزن ہیں اور آخری حرف (یعنی "ف" اور "ز") الگ الگ ہے۔

(۱۲) نظم میں سجع (لغوی معنی قمری کی آواز) کسی مصرع میں کسی کا نام اس طرح نظم کرنا کہ لطف پیدا ہو جائے۔ (یہ سجع مہر یا نگینے میں بطور یادگار لکھا جاتا ہے) مثلاً شعر

محمد گویا کا سجع ہے ــــ سب تیل محمد گھی سا
محمد ناے کا سجع ہے ــــ نام محمد کا لے

www.urduchannel.in

اصنافِ نظم

مُبادیات

۱۔ شعر:۔ وہ کلام ہے جو کہنے والے نے نظم کے ارادے سے کہا ہو۔ وزن والا ہو۔ قافیے والا ہو اور پُر اثر والا ہو۔ مثلاً ؎

زندگی کے واسطے حسنِ عمل درکار ہے   ہستیٔ موہوم کی ہیں ورنہ تفسیریں بہت

۲۔ مصرع:۔ آدھے شعر کو مصرع کہتے ہیں (دو مصرعوں کا ایک شعر ہوتا ہے) ع

قوم ہے زندہ وہی عزت کا جس کو پاس ہے

۳۔ بیت:۔ یوں تو ہر شعر کو بیت کہتے ہیں لیکن اصل میں مثنوی کے ہر شعر کو بیت کہتے ہیں جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے ؎

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی سہانا سماں   خدا کی تجلی سے روشن جہاں

۴۔ فرد:۔ وہ شعر جو شاعر نے ایک ہی کہا ہو۔ اور وہ کسی غزل یا کسی قصیدے وغیرہ کا شعر نہ ہو ؎

میں وہ گلشن کہ فروغ ہے جس سے   گل بداماں ہے۔ جوانی میری

۵۔ مطلع:۔ وہ شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو اور وہ کسی غزل یا قصیدے کا پہلا شعر ہو مثنوی کا بیت نہ ہو ؎

ہر چیز پہ بہار تھی ہر ذرہ طور تھا   المختصر شباب سراپا سرور تھا

www.urduchannel.in

۶۔ حسنِ مطلع :- پہلے مطلع کے بعد کبھی ایک اور کبھی زیادہ مطلع ہوتے ہیں۔ انھیں حسنِ مطلع کہتے ہیں۔

۷۔ مقطع :- وہ شعر جس میں شاعر اپنا تخلص لاتا ہے اور یہ غزل یا قصیدے وغیرہ کا آخری شعر ہوتا ہے۔

سچ کہا آپ نے اخلاق بجا فرمایا پیکرِ حسنِ عمل بندۂ گفتار نہیں

۸۔ تخلص :- وہ مختصر سا نام جو شاعر شعر میں لانے کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ کبھی خود رکھ لیتے ہیں، اور کبھی استاد تجویز کرتا ہے اور کبھی یہ اصل نام کا جزو ہوتا ہے۔

۹۔ استاد و شاگرد :- جب کوئی شخص شاعری شروع کرتا ہے، تو وہ کسی اچھے شاعر کا شاگرد ہو جاتا ہے اور اپنے شعر استاد کو دکھاتا ہے۔ استاد شعر کے وزن اور زبان کی غلطیاں نکال دیتا ہے۔ شاعری کے نکتے بتاتا ہے۔ اور خیال کو سلجھا کر ادا کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے جس سے کمال حاصل ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی شاگرد اپنی طبیعت کی افتاد کے خلاف استاد کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے جس سے اس کی طبیعت کے زور اور فطری خوبی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور شاعر نقال بن کر رہ جاتا ہے۔

۱۰۔ قافیہ :- وہ ہم وزن الفاظ جو ہر شعر کے آخر میں ہوتے ہیں اور مطلع یا بیت کے دونوں مصرعوں کے آخر میں ہوتے ہیں اور اگر ردیف بھی ہوتی ہے تو اس سے پہلے ہوتے ہیں اور مستقل نہیں ہوتے۔

۱۱۔ ردیف :- وہ مستقل لفظ یا حرف جو شعر میں قافیے کے بعد آتے ہیں مثلاً

یہی دل سوزِ الفت ہے یہی جانِ محبت ہے انھیں مخمور آنکھوں میں نہاں سارا فسانہ ہے

www.urduchannel.in

فسانہ اور زمانہ وغیرہ قافیہ ہے اور ہے ردیف ہے۔

۱۲۔ بحر و وزن:۔ شعر کے ناپنے اور تولنے کے لیے، جو پیمانے مقرر ہیں انھیں بحر یا وزن کہتے ہیں۔ یہ کچھ مقررہ الفاظ ہیں جن پر شعر کو تولا جاتا ہے۔ جیسے فاعلاتن، مفاعیلن، فاعلن

۱۳۔ تقطیع[1]:۔ شعر کے تولنے کے عمل کو تقطیع کہتے ہیں۔ کیوں کہ بحر کے الفاظ پر شعر کے لفظ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تلتے ہیں اور وہ اس طرح کہ متحرک کے مقابلے میں متحرک اور ساکن کے مقابلے میں ساکن لاکر دیکھتے ہیں۔

۱۴۔ حرکت و سکون:۔ زیر زبر اور پیش کو "حرکت" کہتے ہیں اور جس حرف پر حرکت ہوتی ہے اسے "متحرک" کہتے ہیں اور جس پر کوئی حرکت نہیں ہوتی اسے "ساکن" کہتے ہیں۔ اردو میں حرکت لکھنے میں نہیں آتی مگر پڑھنے میں آتی ہے۔

اقسامِ نظم

۱۵۔ نظم:۔ ہر کلام موزوں کو نظم کہتے ہیں لیکن عرفِ عام میں ان اشعار کے مجموعے کو نظم کہتے ہیں جو کسی عنوان پر لکھے جاتے ہیں۔ ہم وزن بھی ہوتے ہیں اور مضمون بھی مسلسل ہوتا ہے۔ اور غزل کی طرح ہر شعر کے آخیر میں قافیہ ہوتا ہے۔ اور ردیف بھی ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی ایک مشہور نظم کے چار شعر یہ ہیں ۔

اٹھو! مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو

---

[1] قافیہ و ردیف اور وزن و تقطیع کے متعلق مفصل معلومات میری کتاب "فن شاعری" میں ملاحظہ فرمائیے۔ اخلاق دہلوی۔

www.urduchannel.in

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے — کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ — جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی — اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

نظم کے لیے اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ نظم کبھی مسدس اور کبھی مثنوی کے رنگ میں بھی ہوتی ہے۔

۱۶۔ غزل :- غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا۔ جوانی کی کیفیات کا ذکر کرنا اور عشق و محبت کا قصہ بیان کرنا۔ غزل کا رنگ عموماً عاشقانہ اور صوفیانہ ہوتا ہے اس کے علاوہ اخلاقی۔ قومی اور وطنی مضامین بھی ہو سکتے ہیں۔ غزل کے ہر شعر کا مضمون جداگانہ اور مکمل ہوتا ہے۔ درد و اثر غزل کے لیے ضروری ہے۔ غزل کے تین حصے ہوتے ہیں مطلع، مقطع اور درمیانی حصہ۔ قافیے کی پابندی ہے۔ ردیف کی پابندی نہیں۔ اگر ہو تو کلام کا حسن بڑھ جاتا ہے۔

درد و اثر کے اعتبار سے میر تقی میر سب سے آگے ہیں۔ پھر غالب اور ان کے بعد آتش ہیں۔ خواجہ میر درد نے غزل میں تصوف داخل کیا۔ اور یحییٰ امان جرأت نے معاملہ بندی داخل کی۔ حالی اور چکبست نے وطنی اور قومی مضامین سے زینت بخشی۔ غزل میں کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سترہ شعر ہوتے ہیں اور تعداد میں طاق ہوتے ہیں۔

غزل

چاندنی چھٹکی ہوئی ہے جلوہ افگن نور ہے — تختۂ گل ہو بہو جنت نگاہِ طور ہے
یہ بہارِ گل بداماں ہے ریاضت کا ثمر — ورنہ گلشن کی فضا صحرائے کوسوں دور ہے

www.urduchannel.in

وہ کبھی آئے تو آئے صورتِ برق و شرر　　جلوہ فرمائی سے اس کی دل سراسر طور ہے
پھر وہ جشنِ دلبستاں گل پوشِ آرائش ہوا　　پھر فضائے بوستاں رشکِ بہارِ طور ہے
جس سے خفتہ ملک میں احساسِ بیداری ہوا
بالیقیں اخلاق وہ صبحِ وطن کا نور ہے

۱۷- دوغزلہ و سہ غزلہ:- کبھی ایک غزل لکھ کر اسی زمین[1] میں قافیہ بدل کر یا اسی ردیف و قافیہ میں دوسری اور کبھی تیسری غزل بھی کہتے ہیں۔ اور اپنی غزل کے آخر میں اگلی غزل کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔ دو غزلیں ہوں تو دوغزلہ اور تین ہوں تو سہ غزلہ کہتے ہیں۔ غالب کے ایک دوغزلہ کا یہ مطلع ہے ؎

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا　　شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

۱۸- غزلِ مسلسل:- وہ غزل جس کے اشعار میں مضمون مسلسل ہو۔ اور ایک شعر کا دوسرے شعر سے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ اردو میں ایسی غزلیں بہت کم ہیں۔ نواب یوسف علی خاں ناظم مرحوم والی رامپور کی ایک مسلسل غزل کا یہ مطلع ہے ؎

میں نے کہا کہ دعویٰ الفت مگر غلط　　کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

۱۹- معاملہ بندی:- معشوق کے ساتھ برابری کرنا۔ خودداری کو چھوڑ کر برابری کی گفتگو کرنا پست اور بازاری محبت کا اظہار کرنا۔ اردو شاعری میں جرأت اس رنگ کے موجد سمجھے جاتے ہیں۔ ناسخ و آتش کے عہد میں اس رنگ نے رواج پایا۔ اور داغ نے بھی اسی رنگ کو اپنایا ؎

---

[1] کسی غزل کے وزن و بحر کو زمین کہتے ہیں۔ کبھی ردیف و قافیہ کو بھی شامل سمجھا جاتا ہے۔

www.urduchannel.in

جس قدر تکرار ہے یہ رنجش باہم سے ہے   صاف ہو جاؤ تو پھر ہو گفتگو بھی صاف صاف

۲۰۔ خمریات جن اشعار میں شراب، وشاہد، بادہ وساغر، عیش وسرمستی، اور گل وگلزار وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ انھیں خمریات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس رنگ کے اشعار اردو کے ہر شاعر کے کلام میں ملتے ہیں۔ صفائی اور برجستگی اس کا جوہر سمجھا جاتا ہے۔ ؎

کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا   ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

۲۱۔ ریختی۔ وہ غزل جس میں خیالات وجذبات کا اظہار عورتوں کی طرف سے ہو اور ان ہی کی زبان میں ہو۔ ریختی کا موجد سعادت یار خاں رنگین کو بتایا جاتا ہے مگر ریختی کا وجود قدیم شعرائے دکن کے کلام میں بھی ملتا ہے اور اس کی داغ بیل سوز نے کلام میں ملتی ہے۔ جان صاحب اس رنگ کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ ریختی میں پست اور فحش خیالات کی ترجمانی کی جانے لگی تھی۔ اس لیے ریختی بدنام ہو گئی ہے ورنہ بہت مفید صنف سخن ہے ؎

باجی مجھے اڑھاؤ جھلا جھل کی اوڑھنی   میں تو وہ اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی
بھیجا ہے گوٹ کا یہ دوپٹہ جو خوش   اور آپ اوڑھ بیٹھیں سلسل کی اوڑھنی
بھاری بنت منگا دے کہ رنگیں لگاؤں میں
سر پہ مرے ٹھہرتی نہیں ہلکی اوڑھنی

۲۲۔ قصیدہ:۔ وہ نظم جس میں کسی کی تعریف یا کسی کی ہجو (برائی) بیان کی گئی ہو۔ قصیدے میں تعریف و ہجو کے علاوہ فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین بھی ہوتے ہیں۔ الفاظ شاندار، مضامین بلند، خیالات دقیق اور نازک ہوتے ہیں۔ دلپسند تشبیہات

www.urduchannel.in

اور ان میں پیرایہ استعارات ہوتے ہیں۔ گویا از بلاغت قصیدے کا مجموعہ اشعار کم سے کم ۱۹ اور زیادہ کی کوئی پابندی نہیں۔

سودا قصیدے کے استاد مانے جاتے ہیں۔ ان کے بعد ذوق اور پھر امیر مینائی۔ قصیدہ اردو میں زیادہ نہیں چل سکا۔ قصیدے کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

(ا) تمہید یا تشبیب — اس میں کوئی بھی بات یا کوئی سماں نظم کیا جاتا ہے۔

(ب) گریز — وہ اشعار جن کی مدد سے اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

(ج) مدح یا ہجو — وہ اشعار جن میں تعریف یا برائی کی جائے۔

(د) دعا — وہ اشعار جن میں مدح کے ساتھ دعا اور ہجو کے ساتھ بددعا کی جائے۔

(ہ) خاتمہ — وہ اشعار جو قصیدے کے ختم ہونے کو ظاہر کریں۔ ان میں اکثر شاعر اپنا مطلب ظاہر کرتا ہے۔ اختصار کی غرض سے بطور نمونہ ایک ایک شعر لکھا جاتا ہے ؎

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل (تمہید) تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل
نسبت اس فصل کو کیا ہے تجھ سے یہ سحر (گریز) ہے فضا اس کی تو دو روزہ پر (مدح) اس کا ہے مستقل
سایہ میں دست کرم کے ترے ہر شیخ و شاب (مدح) دولت سرمد جو اس سے ہو غنی عبد اقل
یا جتا ہے کہ رہے آخر وہ دعا یہ ہے (دعا) نظم تجھ مدح کی ہے ... تر از کلام اول
غرض احوال ہی اپنا ہے مجھے اس سے غرض (خاتمہ) تا یہ آخر جو یہ موزوں میں کیا از اول

جس قصیدے میں تمہید نہیں ہوتی اسے خطابیہ بھی کہتے ہیں۔ قصیدے میں مطلع بھی ہوتا ہے اور مقطع بھی اور ردیف و قافیہ کی پابندی ہوتی ہے۔

۲۲۔ قطعہ — وہ نظم جس میں مطلع نہ ہو۔ باقی شکل غزل اور قصیدے جیسی ہوتی ہے

www.urduchannel.in

مقطع بھی ہوتا اور ردیف و قافیہ کی پابندی بھی ہوتی ہے۔ مضمون مسلسل ہوتا ہے۔ ایک شعر کا تعلق دوسرے شعر سے ہوتا ہے۔ قطعہ میں پند و نصیحت وغیرہ ہر قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ قطعہ میں کم سے کم دو شعر اور زیادہ سے زیادہ سترہ شعر ہوتے ہیں لیکن زیادہ کی کچھ پابندی نہیں کی جاتی۔ جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنے ہی شعر کہہ لیے جاتے ہیں ۔

قطعہ

خوشی کے ترانے خبر دے رہے ہیں ۔ سحر جلوہ بخشے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے گھر لٹ گئے بول اٹھیں گے یا ۔ جہاں عید ہوگی وہاں عید ہوگی

۲۴۔ رباعی اس میں دو شعر یعنی دو بیتیں ہوتی ہیں اس لیے اس کو دو بیتی بھی کہتے ہیں اور ترانہ بھی کہتے ہیں۔ چار مصرع ہوتے ہیں۔ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے اگر تیسرا بھی ہم قافیہ ہو تو بہتر ہے۔ البتہ چوتھے مصرع کا زوردار ہونا ضروری ہے۔ اکثر اساتذہ نے رباعیاں کہی ہیں۔ میر تقی میر، انیس و دبیر اور خواجہ حالی کی رباعیاں مشہور ہیں۔

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی ۔ لے درد کہاں ہے زندگانی اپنی
کل اور کوئی بیاں کرے گا اسکو ۔ کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

۲۵۔ مثنوی ۔ یہ ایک طویل نظم ہوتی ہے اس میں حسن و عشق کی داستان رزم و بزم کی کیفیت اور فرضی تاریخی اور اخلاقی قصے نظم کیے جاتے ہیں۔ یہ نظم اردو میں بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے۔ مضمون مسلسل ہوتا ہے ہر شعر کے دونوں مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں گویا کہ ہر شعر بیت ہوتا ہے۔ قافیہ کی پابندی ہے۔ ردیف کی پابندی نہیں۔ اگر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثنوی کے لیے سات وزن مقرر ہیں[1]۔

---

[1] اوزان کی تفصیل میری کتاب "فنِ شاعری" میں ملاحظہ فرمائیے۔ اخلاق دہلوی

www.urduchannel.in

مثنوی میں پہلے حمد ہوتی ہے۔ پھر قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ خاتمہ پر ان چیزوں کو دہرایا جاتا ہے جن پر قصے کا دارومدار ہوتا ہے۔ اردو میں مثنویوں کا خاتمہ عموماً نصیحت پر ہوتا ہے اور ناقص ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مثنوی ڈرامہ کی کمی کو پورا کرتی ہے۔ مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ مثنوی میں نہ تو باقاعدہ پلاٹ ہوتا ہے اور نہ کردار ہوتا ہے اور نہ مکالمہ ہی ہوتا ہے اور نہ واقعات ہی ایسے ہوتے ہیں جنھیں عملی جامہ پہنایا جا سکے۔

اردو میں مثنوی کے موجد میر تقی میر ہیں۔ میر حسن کی مثنوی سحر البیان یا قصہ بدر منیر اور پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم اور خواجہ میر اثر کی خواب و خیال بہت مشہور اور مقبول ہیں۔

۲۷۔ مرثیہ وہ نظم ہے جس میں کسی مرے ہوئے آدمی کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ خصوصاً حضرت امام حسین کی شہادت کے واقعات پر جو نظم لکھی جاتی ہے اسے مرثیہ کہتے ہیں اور چوں کہ کسی مرے ہوئے آدمی سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف نہیں ہوتا۔ اس لیے مرثیہ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اخلاص اور سچی محبت پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا اخلاقی اعتبار سے مرثیہ بہت اعلیٰ درجے کی نظم سمجھی جاتی ہے۔

مرثیہ میں مناظرِ قدرت، بہادری کے کارنامے اور اخلاقی خوبیوں کا بیان ہوتا ہے۔ مرثیے کا میدان بہت وسیع ہے۔ ہر قسم کے اعلیٰ مضامین اس میں نظم ہو سکتے ہیں۔ مرثیہ بہت قدیم صنفِ سخن ہے۔ عرب میں اس کی ابتدا ہوئی ایران میں بھی اسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ پھر ہندوستان میں اس کا رواج ہوا دکن کے قدیم شاعروں نے بھی مرثیے کہے ہیں۔

www.urduchannel.in

پہلے زمانے میں مرثیے کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اور مثل مشہور تھی کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو اور بگڑا گویا مرثیہ خواں۔ مرثیہ پہلے مربع لکھا جاتا تھا۔ مرزا سوداؔ نے مسدس میں لکھنا شروع کیا۔ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ نے عروج کمال کو پہنچا دیا۔ اور اس کہاوت کو غلط کر دکھایا۔ خواجہ حالیؔ نے بھی کئی اچھے مرثیے لکھے ہیں۔ مرثیہ غالبؔ ان کا مشہور مرثیہ ہے۔

۲۷۔ نوحہ وہ مرثیہ جو مستزاد کی طرز میں لکھا جائے ؎

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے۔ او گیسوؤں والے
یوں پڑ گیا تو غیرِ ستم گر کے پالے۔ او گیسوؤں والے

۲۸۔ سلام وہ مرثیہ جو غزل یا قصیدے کی طرز میں لکھا جائے۔ اس میں سلام سلامی یا مجرئی وغیرہ کوئی لفظ ضرور لایا جاتا ہے ؎

اے سلامی بے اثر جذبِ دلِ بیتاب میں
شاہِ بیکس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب میں

۲۹۔ شہر آشوب وہ نظم جس میں کسی شخص کسی خاندان کسی ملک یا کسی شہر کی تباہی اور بربادی کے حالات ہوں۔ اس میں نہایت دردانگیز اور اندوہناک مضامین ہوتے ہیں۔ سوداؔ کے شہر آشوب پسندیدہ اور مشہور ہیں ۱۸۵۷ء کی تباہی کے بعد بھی شہر آشوب کہے گئے تھے جو فغانِ دہلی کے نام سے ۱۳۱۲ھ میں کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔

۳۰۔ واسوخت وہ نظم ہے جس میں عاشق اپنے معشوق کی بیوفائی اور ظلم و ستم اور رقیب کے ساتھ بیجا تعلق کی شکایت کرتا ہے۔ جدائی اور ہجر کی مصیبتوں کو بیان کرتا ہے اور معشوق کو دھمکیاں دیتا ہے۔ امانت لکھنوی

www.urduchannel.in

اس رنگ کے اُستاد مانے جاتے ہیں اور واسوختِ امانت بہت مشہور ہیں۔ جو کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں۔

۳۱۔ تاریخ:۔ وہ نظم ہے جس میں کسی واقعہ کی تاریخ حروفِ ابجد کے حساب سے نکالی جاتی ہے۔ حروفِ ابجد کے اعداد مقرر ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰

ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

ناسخ لکھنوی نے میر تقی میرؔ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکالی تھی۔

واویلا مُرد شہ شاعراں ع

اس مصرع سے ابجد کے حساب سے ۱۲۲۵ھ نکلتا ہے۔

۳۲۔ حمد و ثنا وہ نظم جس میں خدا کی تعریف ہو۔

۳۳۔ نعت وہ نظم جس میں پیغمبرِ اسلام یا کسی اور پیغمبر کی تعریف ہو۔

۳۴۔ منقبت وہ نظم جس میں ولیوں اور بزرگوں کی تعریف ہو۔

۳۵۔ سہرا وہ نظم جس میں کسی کے سہرے کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں۔

۳۶۔ تہنیت وہ نظم جس میں مبارک بادی کا مضمون ہو۔

۳۷۔ ساقی نامہ وہ نظم ہے جس میں شراب و شاہد۔ جام و مینا۔ نغمہ و سرود۔ کیف و مستی اور گل و گلزار کا مضمون ہو اور تسلسل ہو۔ اس میں عموماً ساقی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ ساقی نامہ گو مستقل نظم کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مثنویاں

www.urduchannel.in

میں بعض عنوانات کی ابتدا بھی ساقی نامہ ہی سے کی جاتی ہے۔ ؎

اُٹھا ساقیا پردہ اس راز سے لڑا دے ممولے کو شہباز سے

خراب کہن پھر بلا ساقیا وہی جام گردش میں لا ساقیا

۳۸۔ مسمّط وہ نظم ہے جس میں اشعار بند کی صورت میں ہوں۔ اس کی شکل یہ ہے کہ پہلے کئی مصرع جو ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ انھیں ایک بند قرار دیں اور پھر کئی اور مصرع ہم وزن جمع کریں جو پہلے کے ہم قافیہ نہ ہوں۔ البتہ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ پہلے بند ہی کے آخری مصرع کو دہرا دیں۔ اس کی نو قسمیں ہیں:

(ا) مثلث وہ مسمّط ہے جس کے ہر بند میں تین مصرع ہوں۔ پہلے تین مصرع ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں صرف تیسرا مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو اور دو مصرع آپس میں الگ ہم قافیہ ہوں۔ خواہ پہلے بند کا آخری مصرع دہرا دیا گیا ہو ؎

دنیا ہے سرا اس میں تو بیٹھا مسافر ہے اور جانا ہے یاں سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہِ خدا دے جا۔ جا تیرا بھلا ہوگا

جو رب نے دیا تجھ کو تو نام پہ رب کے دے جو یاں نہ دیا تو نے کیا دو یے گا واں بندے
کچھ راہِ خدا دے جا۔ جا تیرا بھلا ہوگا

(ب) مربع وہ مسمّط ہے جس کے ہر بند میں چار مصرع ہوں۔ پہلے بند کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں تین مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور چوتھا مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ آخری مصرع ہی دہرا دیا گیا ہو ؎

www.urduchannel.in

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ بجے گا محبت کا نقارخانہ
حمایت کا گائیں گے مل کر ترانہ کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ
نہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن چمک اپنی دکھلائیں گے یہ پھیلے دن
اڑے گا زمانہ عالم ترقی لیے بن کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

اسے چو مصرع بھی کہتے ہیں۔ پہلے مرثیہ زیادہ تر مصرع ہی کہا جاتا تھا۔

(ج) مخمس:- وہ مسمط جس کے ہر بند میں پانچ مصرع ہوں۔ پہلے بند میں پانچوں مصرع ہم قافیہ ہوں اور باقی بندوں میں چار مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور پانچواں مصرع پہلے کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ آخری مصرع دہرایا گیا ہو۔

جب سے اے راحتِ جاں تجھ سے جدا رہتا ہوں
کیا کہوں سخت مصیبت میں پھنسا رہتا ہوں
مضطرب و خستہ و حیران و خفا رہتا ہوں
کسی چرچے میں نہ مشغول نہ کیا رہتا ہوں
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں

کیا بیاں اپنی جوانی کا کروں میں ہمنشیں
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہیں
نہ تو بیٹھوں نہ اٹھوں نہ جاتا ہوں کہیں
یاد آنے تری صحبت کو بس اے پردہ نشیں
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں

(د) مسدس: وہ مسمط ہے جس کے ہر بند میں چھ مصرع ہوں۔ پہلے چار -

www.urduchannel.in

مصرع ہم قافیہ ہوں، پھر دو مصرع ہم قافیہ ہوں۔ مرثیہ کو مسدس میں اکثر مرزا سودا کی ایجاد ہے۔ خواجہ حالی کی مسدس مدوجزر اسلام نہایت مشہور اور مقبول مسدس ہے:

ہوا کچھ وہ، جس نے یاں کچھ کیا ہے — لیا جس نے پھل، بیج بو کر لیا ہے
نہ کچھ کر کے پانا، تو کچھ کیا ہے — مثل ہے کہ کرتے کی سب بدیا ہے[5]

پہ نہیں وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھووں سے ہیں زک اٹھاتے

(۵) **مسبع** وہ مسمط جس کے ہر بند میں سات مصرع ہوں۔ پہلے بند کے ساتوں مصرع ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں چھ مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور ساتواں مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو۔

(۵) **مثمن** وہ مسمط جس کے ہر بند میں آٹھ مصرع ہوں اور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہوں۔

(۶) **متسع** وہ مسمط جس کے ہر بند میں ۹ مصرع ہوں اور قاعدۂ مذکورہ کے مطابق ہوں۔

(۷) **معشر** وہ مسمط جس کے ہر بند میں دس مصرع ہوں اور قاعدۂ مذکورہ کے مطابق ہوں۔

آخری چاروں قسمیں اردو میں بہت کم ہیں اسلیے ان کی مثالیں بھی [illegible] نہیں۔

(۳۹) **مستزاد** وہ نظم ہے جس کے ہر مصرع کے آخر میں کچھ موزوں الفاظ بڑھا دیئے جائیں۔

یاروں میں نہ تھا کوئی مروت جو کرے ---- اب رہے تھے گھر
تا حد نظر ساون پڑے تھے میدان ---- عرصہ تھا تنگ

۴۰۔ **ترکیب بند** }
۴۱۔ **ترجیع بند** } وہ نظم ہے جس میں کئی بند ہوں اور ہر بند کے اشعار ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں، اور ہر بند کے بعد ایک شعر ہو جس کا قافیہ الگ ہو

[5] بدیا، یہ لفظ صحیح ودیا (विद्या) ہندی کا ہے۔ یعنی علم و ہنر

www.urduchannel.in

جو ایک بند کو دوسرے بند سے الگ کردے۔ اگر ایک ہی بیت ہر بند کے بعد آئے تو اس نظم کو ترجیع بند کہتے ہیں۔ اور اگر ہر بند کے بعد بیت بدلتی رہے تو اس نظم کو ترکیب بند کہتے ہیں۔

متعلقات

۴۲۔ دیوان کسی شاعر کی غزلوں کے مجموعہ کو دیوان کہتے ہیں۔

۴۳۔ کلیات کسی شاعر کے ہر قسم کے کلام کے مجموعہ کو کلیات کہتے ہیں۔ کلیات غزل، رباعی، قصیدہ اور قطعہ وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

۴۴۔ تذکرہ وہ کتاب جس میں شاعروں کے حالاتِ زندگی، کلام کی خصوصیات اور نمونۂ کلام ہو۔ میر تقی میر نے سب سے پہلے اردو زبان کے شاعروں کا تذکرہ لکھا تھا۔

۴۵۔ گل دستہ کئی شاعروں کی غزلوں وغیرہ کے مجموعہ کو گلدستہ کہتے ہیں۔ یہ عموماً ان غزلیات کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی مشاعرے میں مختلف شاعر پڑھتے ہیں۔

۴۶۔ مشاعرہ وہ محفل جس میں شاعر اور شعر فہم حضرات جمع ہو کر کلام سنیں اور سنائیں۔ اور اچھے کلام کی تعریف کریں۔ مجلسِ مشاعرہ کو شعر و سخن کی ترقی کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

www.urduchannel.in

اصنافِ نثر

نثر:- وہ عبارت یا گفتگو جو لکھنے یا کہنے والے نے نظم کے ارادے سے نہ لکھی ہو اور نہ کہی ہو لہذا اگر کوئی فقرہ نظم نکل گیا ہو تو وہ نثر ہی سمجھا جاتا ہے مثلاً:-

پہاڑوں پر چیڑ اور صنوبر کے درخت ایسے خوش نما لگتے ہیں کہ گھنٹوں دیکھئے اور وجد کیجئے۔ سامنے اونچی اونچی برف سے لدی ہوئی پہاڑیاں ہیں کسی طرف دھنواں سا اڑ رہا ہے[۱]

خط کشیدہ آخری جملہ کلامِ موزوں ہے لیکن کہنے یا لکھنے والے نے جان بوجھ کر اس کو موزوں نہیں کیا ہے۔ بلکہ اتفاقیہ موزوں ہو گیا ہے۔ اس لیے یہ بھی نثر ہی میں شمار ہوگا۔

الفاظ کے اعتبار سے نثر کی قسمیں

(۱) **مسجع**[۲] - وہ نثر ہے جس میں وزن ہو اور فقرے کا آخری لفظ قافیہ ہو مثلاً:-

سر پہ دھوپ کا سایہ۔ بد ساعت کا بنایا ......

---

[۱] دنسیم البلاغت میں) اس فقرے کا یہ وزن لکھا ہے "فاعلن، مفاعیلن، فعولن" اس میں پہلے رکن کا وزن غلط ہے۔ اس کا صحیح وزن یہ ہے "مفاعلن، مفاعیلن، فعولن"۔ اس وزن کو بحر ہزج مسدس محذوف کہتے ہیں۔

[۲] نثر مسجع کی قسمیں صنائع لفظی میں زیر عنوان نثر میں سجع لکھی جا چکی ہیں۔

www.urduchannel.in

سجع ہم وزن الفاظ کو کہتے ہیں۔ مسجع میں شعر کا وزن نہیں ہوتا۔ بلکہ دو دو فقروں کے لفظ آپس میں ہم وزن ہوتے ہیں۔ مگر ہم قافیہ صرف آخری لفظ ہوتے ہیں۔

نثرِ مسجع کے ہر فقرے میں کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ پچیس[۴۵] لفظ ہو سکتے ہیں اور جب دونوں فقرے برابر نہ ہوں تو دوسرے فقرے کو پہلے فقرے سے بڑا ہونا چاہیئے ورنہ عیب سمجھا جاتا ہے[۵]۔

جب نثرِ مسجع کے دونوں فقروں کے لفظ ہم وزن اور ہم قافیہ ہوتے ہیں تو اس نثر کو نثرِ مرصّع کہتے ہیں مثلاً:۔

سیرت کی کاملائی بیان سے باہر۔ صورت کی صفائی گمان سے بڑھ کر — سیرت میں سنجیدگی۔ صورت میں پسندیدگی......

۲۔ مرجّز۔ وہ نثر ہے جس میں وزن ہو اور قافیہ نہ ہو مثلاً:۔

قامتِ موزوں کے سامنے سروِ رواں ناچیز ہے۔ کاکلِ پیچاں کے سامنے مشکِ ختن بے قدر ہے....

ان دونوں فقروں میں لفظ ہموزن تو ہیں لیکن ہم قافیہ نہیں ہیں۔ اس لیے یہ نثرِ مرجّز ہے۔

مسجّع اور مرجّز میں فرق

مرجّز میں صرف وزن ہوتا ہے اور مسجّع میں وزن کے علاوہ فقرے کا آخری لفظ ہم قافیہ ہوتا ہے

۳۔ مقفّیٰ[۶] :۔ وہ نثر ہے جس میں قافیہ ہو اور وزن نہ ہو۔ فقرے کا آخری لفظ ہم قافیہ

---

[۵] یہ رائے ان کی ہے جو مقفّیٰ اور مسجّع میں فرق نہیں کرتے اور مسجّع میں وزن نہیں مانتے۔

[۶] نسیم البلاغۃ میں نثرِ مقفّیٰ کا ذکر نہیں کیا ہے اور نثرِ مقفّیٰ کے اوصاف نثرِ مسجّع میں داخل کر دیئے ہیں کیوں کہ بعض لوگ نثرِ مسجّع اور نثرِ مقفّیٰ میں فرق نہیں کرتے۔

www.urduchannel.in

ہوتا ہے۔ باقی اور کسی لفظ میں نہ قافیہ ہوتا ہے اور نہ وزن۔ مثلاً :-

تقصیر معاف ہو۔ بڑے ناانصاف ہو۔ کل کی بات بھول گئے

جو آج بھول گئے۔ خوش تقریر ہو۔ مگر بڑے شریر ہو۔

نثرِ مقفیٰ کے فقروں میں کم سے کم دو لفظ اور زیادہ سے زیادہ بیس لفظ ہو سکتے ہیں۔ دونوں فقروں کا مساوی ہونا خوبی کی بات ہے۔ ورنہ دوسرا فقرا پہلے سے بڑا ہو سکتا ہے۔ مگر دوسرے فقرے کا پہلے فقرے سے چھوٹا ہونا عیب ہے۔

مسجع اور مقفیٰ میں فرق

مسجع اور مقفیٰ میں یہ فرق ہے کہ مسجع میں وزن بھی ہوتا ہے اور مقفیٰ میں وزن نہیں ہوتا۔ ورنہ قافیے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔

۴- عاری۔ وہ نثر ہے جس میں نہ قافیہ ہو اور نہ وزن ہو۔ البتہ فصاحت و بلاغت، اور سنجیدگی وہ متانت میں اعلیٰ درجے کی ہو۔ گویا کہ نثر عاری نہ مسجع ہوتی ہے نہ مرجز ہوتی ہے اور نہ مقفیٰ ہوتی ہے بلکہ ان سب سے الگ ہوتی ہے۔ مثلاً :۔

راجہ ٹوڈرمل نے مسلمان افسروں کو ہندی زبان اور ہندو محاسبوں کو فارسی زبان سیکھنے کی سخت تاکید کی اور حکم دے دیا۔

موجودہ زمانہ میں نثر عاری کے سوا نثر کی اور سب قسمیں متروک ہیں۔

معنیٰ کے اعتبار سے نثر کی قسمیں

۱- دقیق۔ وہ نثر ہے جس کے معنی مشکل سے سمجھ میں آئیں اور اس میں ایسے لفظ استعمال کیے گئے ہوں جو مانوس اور مروج کم ہوں۔ اور اگر تشبیہات و استعارات ہوں تو وہ ایسے ہوں جو آسانی سے سمجھ میں نہ آئیں۔ مثلاً ۔۔۔

www.urduchannel.in

بلس اظفار فیض آثار مجب عظم صدیق عشم

۲۔ سلیس :۔ وہ نثر ہے جس کے معنیٰ آسانی سے سمجھ میں آجائیں اور اس میں ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہوں جو مانوس اور مروج ہوں۔ اور اگر تشبیہات و استعارات ہوں تو وہ بھی ایسے ہوں جو آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ مثلاً :۔

برس کی آخری رات کو ایک بڈھا۔ اپنے اندھیرے گھر میں اکیلا بیٹھا ہے۔ رات بھی اندھیری اور ڈراؤنی ہے۔

نثر سلیس کی قسمیں

۱۔ سلیس سادہ :۔ وہ نثر ہے جو آسان و عام فہم ہو۔ روزمرہ اور محاورہ کا مناسب استعمال ہو۔ اگر تشبیہات و استعارات ہوں تو وہ بھی ایسے ہوں جو آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ مثلاً ؂

دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ انتظار کرنے اور مجبور ہو جانے سے پہلے کام شروع کر دیں۔

۲۔ سلیس رنگین :۔ وہ نثر ہے۔ جو آسان و عام فہم بھی ہو اور اس میں رنگینی اور دل آویزی بھی ہو۔ مثلاً ؂

فصاحت کے پھول کو دیکھا کہ قدرتی بہار میں حسن خداداد کا جوبن دکھا رہا ہے۔

نثر دقیق کی قسمیں

۱۔ دقیق سادہ :۔ وہ نثر ہے جس کے معنیٰ آسانی سے سمجھ میں نہ آئیں اور اس میں زیادہ مناسبات اور مشکل تشبیہات و استعارات بھی نہ ہوں۔ مثلاً

www.urduchannel.in

مواد جسمِ انسانی کی تفتیش ایسا عقدۂ لاینحل ہے۔

جیسے کوئی فرد ایسی منزلِ ظلمات میں قطع الارض کرے۔

۲۔ دقیق رنگین — وہ نثر ہے جس کے معنی مشکل سے سمجھ میں آئیں اور اس میں مناسبات اور مشکل اور دور از فہم تشبیہات و استعارات سے کام لیا گیا ہو۔ مثلاً:

طوطیٔ شکرستانِ شیریں زبانی، بلبلِ چمن زارِ رنگین بیانی جیسے نقود کمال دستہ بندِ رنگینی، متقال بانیٔ بنائے فصاحت ......

اوصافِ نثر

ہر طرح کی نثر میں تین قسم کے اوصاف ہوتے ہیں۔

۱۔ عالمانہ — لفظ اور معنی، ترکیبیں اور بندشیں بہت زیادہ دقیق اور مشکل نہ ہوں، اور تحقیقِ لغت اور استعارات و کنایات سے مالا مال ہوں جیسے دقیق سادہ نثر ہوتی ہے۔

۲۔ شاعرانہ — لفظ و معنی، ترکیبیں اور بندشیں سب کی سب شاعرانہ اور رنگین ہوں اور تشبیہات و استعارات اور صنائع لفظی و معنوی سے آراستہ ہوں جیسے سادہ رنگین اور دقیق رنگین نثر ہوتی ہے۔

۳۔ منشیانہ — روزمرہ اور محاورہ کے مطابق ہو اور کمال سادگی اور سلاست کے باوجود دلکش و دلفریب ہو۔ اور جادو کا سا اثر رکھتی ہو۔ جیسے سلیس سادہ نثر ہوتی ہے۔

نکتہ — نثر کے باب میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ نثر ہمیشہ موضوع (عنوان)

www.urduchannel.in

کے مطابق چلتی ہے۔ اگر موضوع ہلکا پھلکا ہے تو عبارت بھی سہل و آسان اور عام فہم ہونی چاہیے۔ اور اگر موضوع سنجیدہ اور علمی و تحقیقی ہے تو عبارت بھی برجستہ رواں اور علمی و فنی اصطلاحات سے مالامال ہونی چاہیے یہی انشاپردازی[1] کا بڑا گر ہے۔ جو اس گر سے واقف ہے اور اس سے برمحل کام لیتا ہے۔ اس کی تحریر کو نگاہِ قبول سے دیکھا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] انشاپردازی کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لیے میری کتاب "مضمون نگاری" کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اخلاق دہلوی۔

www.urduchannel.in

ہماری ادبی مطبوعات

مضمون نگاری	علامہ اخلاق دہلوی	۲/-
دُرج بلاغت	"	-/۷۵
میزان سخن	"	-/۷۵
فن شاعری	"	۲/۰۰
تنبیہ بلاغت	"	-/۷۵
علم بدیع	ممتاز الرشید صاحب	-/۷۵
علم قافیہ	"	-/۳۰
اصنافِ سخن	"	-/۲۵
معاونِ اردو	"	-/۵۰
وجدان حافظ (حافظ شیرازی کا) منور لکھنوی (منتخب اشعار کا منظوم ترجمہ)		۱/۵۰
عرفان حافظ (حافظ شیرازی) پنڈت شیا اچرن داس (منتخب اشعار کا ترجمہ)		۱/-
ایک ہندی ایک سعدی	تاجور سامری (پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کے حالات)	۲/-
تین ہندوستانی زبانیں	ڈاکٹر کے۔ ایس بیدی ایم اے	۵/-
نورتن (اردو مضامین)	پنڈت ترلا رام رتن پنڈوری	۱/۵۰
مفتاح التواریخ	سردار گوردیال سنگھ بھولا ایڈوکیٹ	۲/۰
محاوراتِ غالب	زیش کمار شاد	۱/۵۰
تسہیل الاملاء بلا جلد	منشی عبد القدیر	۱/۵۰
حرکتِ آفاق (فارسی منظوم)	مولانا حبیب اللہ صاحب حبیب	۳/۵۰
شرح غنچہ فارسی	سید احسان الحق ندوی	-/۸۵
قاشیں	نریش کمار شاد	۲/-

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد۔ دہلی ۶